

لا یکادون یفقتون حدیثا

یہ اٹل حقیقت ہے کہ کفر و شرک کے اس تاریک دور میں اصلاح احوال کی کوشش صرف اسی طریقے پر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ کے مطابق دعوت حق کو بے لاگ اور عریاں انداز میں اٹھایا جائے اور طاغوت کی نہ صرف یہ کہ نشاندہی ہو بلکہ اس کا کھل کر کفر کیا جائے، جس نے امت کو کفر و شرک اور جاہلانہ رسومات کے گورکھ دھندے اور شیطانی چکر میں پھنسا کر اللہ اور اس کے دین سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے برعکس و مقابل دین کا حامل بنا کر جہنم کے ابدی گڑھے کی طرف دھکیل دیا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ شرک کے خبیث پودے کو اکھاڑنے کی کوشش کی جائے اور اس پر اپنا نشیمن بنانے اور اس کی آبیاری کرنے والے خاموش بیٹھے رہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب قبر پرستی کی جزا حیات فی القبر (مردہ میں قیامت سے پہلے اس کی روح کا واپس لوٹنا) کے عقیدہ کے بانی مہابی امام احمد بن حنبل پر ان کے اس عقیدے کی وجہ سے گرفت کی گئی تو اس شرک کی آبیاری کرنے والے خم ٹھونک کر مقابلے پر آگئے۔ ان میں سے کسی نے اس عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو کسی نے احمد بن حنبل کی ”بلند شخصیت“ کے خدو خال کو ابھارا۔ مقصد ہر دو کی کاوشوں کا ایک ہی تھا، یعنی امام

احمد بن حنبل کی شخصیت اور ان کے عقیدے کا تحفظ۔ ان کے علاوہ ایک کوشش یہ بھی ہو رہی ہے کہ اس عقیدہ کی نسبت، احمد بن حنبل کی طرف غلط قرار دیکر، ان کی شخصیت کے دفاع اور اس طرح ان کی حمایت کا حق ادا کر دیا جائے۔ لیکن شخصیت پرستی کے تعلق سے یہ طرز عمل پہلی دو کوششوں سے بھی نسبتاً زیادہ بھونڈا ہے کیونکہ اس کیلئے ان لوگوں کو کتاب و سنت کے علاوہ تحقیق و نظر کے مسلمہ اصولوں سے بھی ہٹ کر محض ادھر ادھر کی مارنا پڑ رہی ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کے بارے میں علی وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ یہ محض ہٹ دھرمی اور جہالت پر مبنی ہے اس لئے کہ احمد بن حنبل سے لیکر آج تک جس قدر بھی لٹریچر ان کے مسلک و مذہب، عقائد و نظریات اور تہذیب و اخلاق پر موجود ہے، تمام کا تمام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ (احمد بن حنبل) حیات فی القبر کے عقیدے کے حامل تھے۔

بد قسمتی سے اس طرح کی کوشش کرنے والوں کو، ان کے زعم اور دعوے کے برعکس، نہ تو علم ہے، نہ عربی زبان و ادب کا ذوق اور نہ فن و اصول سے کوئی واقفیت یا واسطہ! لہذا دلائل دینے کا ان کے پاس ایک ہی انداز رہ جاتا ہے جو منکرین حدیث کے یہاں پایا جاتا ہے چنانچہ اسی تضادات سے پر، انداز سے احمد بن حنبل کی شخصیت کے دفاع اور حمایت کی مہم کو چلایا جا رہا ہے۔ منکرین حدیث کا لٹریچر دیکھ جائیے، جو دلائل وہ حدیث کی نبی علیہ السلام سے نسبت کے خلاف دیتے ہیں وہی دلائل یہ لوگ احمد بن حنبل کے عقیدے کی ان سے نسبت کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ دلائل میں یہ مماثلت و یکسانیت ہر دو کے مشترکہ انداز پر گواہ ہے۔

جل اللہ کے شمارہ نمبر ۱۱ میں احمد بن حنبل کے عقائد و افکار، نظریات و

رجحانات کا تعارف مع حوالہ نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ تاکہ مخالفین کو اس پر مزید تحقیق کے بعد غور و فکر کرنے میں آسانی ہو اور حقائق سے چشم پوشی کرنے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کا جائزہ لینے اور اصلاح احوال کا موقع ملے۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! بالکل سیدھی اور واضح حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے اسے رد کرنے کے لئے وہی ضد و تعصب پر مبنی رویہ اختیار کیا گیا۔ بے قید تنقید کا بازار گرم کرنے کے لئے نہایت خام اور خانہ ساز دلائل تیار کئے گئے اور اس طرح تحقیق کے نام پر علم و آگہی کا خون کیا گیا۔ چنانچہ جب ”واتقوا اللہ حصہ دوم“ میں ان کی توجہ اس طرز عمل کی طرف مبذول کرائی گئی تو پھر انہی پرانی تحریروں اور مضامین میں کئی گئی باتوں کی تکرار پر مشتمل (ضد اور ہٹ دھرمی کے اسی تسلسل میں) ایک نئی تحریر کو منظر عام پر لایا گیا۔ محتاط انداز میں مرتب کیا گیا یہ کتابچہ احمد بن حنبل کے دفاع کے مقصد کے تحت ہی شائع کیا گیا ہے۔ اس کتابچہ کے بظاہر مصنف تو تجلی خان آف سرینگرہ ہیں مگر اس میں ان کے گروہ کے دیگر عالموں کی تحریروں کی جھلکیاں خاصی نمایاں ہیں۔ تاہم ان کے اقتباسات سے مزین تجلی خان کی اس تحریر کا ہم اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ اس جائزہ سے انشا اللہ قارئین کو ان حضرات کی تحقیق اور علمی معیار کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا اور ساتھ ہی ہماری اس گزارش کا ثبوت بھی ملے گا کہ ان لوگوں کو علم و فن سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱ میں کتاب فیہ الاعتقاد احمد بن حنبل تالیف ابو لفضل تمیمی سے اقتباس پیش کیا گیا تھا کہ احمد بن حنبل کہتے تھے۔

ترجمہ : ”انبیاء طہیم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز

پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے زائر (اپنی قبر پر آنے والے) کو پہچانتا ہے،
جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے“ (طبقات

المخابله ج ۲ صفحہ ۳۰۳ بحوالہ حبل اللہ شماره نمبر ۱ صفحہ ۳۱)

اسکا رد کرتے ہوئے احمد بن حنبل کے دفاع اور ان کی حمایت کے جذبہ

سے سرشار محقق لکھتا ہے :-

اس کتاب کے شروع میں مذکورہ سند پر بھی نظر ڈالئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ طبقات
مخابله جز دوم کا صفحہ نمبر ۲۹۲ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبو محمد المبارك بن علي بن الحسن بن عبد الله
ابن محمد المروفي بابن العلبان البغدادي رحمه الله في الدنيا والآخرة إجازة . قال :
حدثنا شيخنا للإمام الحافظ أبو الفضل محمد بن الناصر بن محمد بن علي البغدادي بنا
قال : أخبرنا الإمام جمال الإسلام أبو محمد رزق الله بن عبد الوهاب التميمي . قال :
أخبرنا عمي أبو الفضل عبد الواحد بن عبد المزيث التميمي بجميع هذا الاعتقاد . وقال :
جملة اعتقاد الإمام أحمد بن حنبل رضي الله عنه ، والذي كان يذهب إليه :

سند کے آخر میں ایک راوی ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزيز تميمی ہے۔ یہ شخص
احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عقائد نقل کر رہا ہے۔ سند پر نظر ڈالئے۔ اس میں یہ بات
مذکور ہے۔ والذي كان يذهب اليه : اور وہ اس کی طرف جاتا تھا۔ یعنی ابو الفضل احمد بن
حنبل کے پاس جایا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ وہ احمد بن حنبل
رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے سو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ احمد بن حنبل کی تاریخ وفات
۲۴۱ھ ہے جبکہ اس کی تاریخ پیدائش ۳۴۲ھ ہے۔ ثبوت یہ ہے۔

(نوٹو تجلی خان صفحہ ۲)

قارئین! ہم نے ”واتقوا اللہ حصہ دوم“ میں ان صاحبان کو مشورہ دیا تھا کہ
اس کتاب یعنی ”کتاب فی الاعتقاد امام احمد بن حنبل“ کے متعلق پہلے معلومات

حاصل کریں پھر اس پر کچھ لکھیں مگر انہوں نے ہمارے مشورہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ جوش عقیدت میں اندھے ہو کر اگر اتنی جلد بازی سے کام نہ لیتے تو شاید ایسی حماقت سرزد نہ ہوتی۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے سند دیکھ کر سند سند کی رٹ تو لگا رکھی ہے لیکن انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ یہ کونسی سند ہے اور کس کی سند ہے؟ ہم انہیں بتاتے ہیں کہ یہ نسخہ الکتاب کی سند ہے یعنی ناقل یا کاتب کی نہ کہ مؤلف کتاب کی اس کتاب کے مولف ابو لفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی حنبلی ہیں۔ اس پر مدافعین احمد بن حنبل کو اعتراض ہے کہ ”اس کی سند میں لکھا ہے کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتے تھے جبکہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کی وفات کے تقریباً ۱۰۰ سال بعد پیدا ہوا ہے لہذا یہ جھوٹ ہے۔“ یہ مدافعین احمد بن حنبل کی جمالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ نہ یہ عبارت ان کی سمجھ میں آئی ہے نہ اس کا ترجمہ ہی ان کو آتا ہے۔ آئے بھی کیسے جبکہ..... اس عبارت میں یہ بات ہے ہی نہیں کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا۔ اصل عبارت مع ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اخبرنا عمی ابو لفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی بجمیع

بذا الاعتقاد وقال جملته اعتقاد الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

والذی کان ینہب الیہ

ترجمہ :- ہم کو خبر دی میرے چچا ابو لفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز

التمیمی نے اس تمام عقیدے کی اور انہوں نے کہا : یہ جملہ

اعتقادات احمد بن حنبل کے ہیں اور ان کا مذہب یہ ہے۔ (طبقات

المنازلہ جز ۲ صفحہ ۲۹۳)

ملاحظہ کیا قارئین! اس میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا ”والذی کان بنہب الیہ“ کا مطلب اگر یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ (ابو لفضل) احمد کے پاس جایا کرتا تھا تو اس علمی بصیرت اور عربی زبان کی واقفیت پر تو قصیدہ کہہ دینے کو جی چاہتا ہے! ”کلء انا بتروشح بما فیہ“ (برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔) اگر ہمارے ترجمہ پر یقین نہیں ہے تو ہم انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ کسی ماہر عربی داں سے اس کا ترجمہ کروا کر دیکھیں، دودھ کا دودھ پانی کا پانی علیحدہ ہو جائے گا۔ یہاں یہ چیز بھی پیش نظر رہے کہ ”والذی کان بنہب الیہ“ تو ابو لفضل تمیمی کا قول ہے جبکہ ان حضرات نے ”والذی“ کو ابو لفضل تمیمی بنا دیا ہے! اس ”محقق“ نے ذہب بنہب کے معنی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور قرآن سے ذہب کے معنی ”جانا“ کا ثبوت بہم پہنچا کر بزعم خویش میدان مار لیا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے ان دلائل کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ عربی زبان کا ایک مبتدی طالب علم بھی ذہب بنہب کے معنی ”جانا“ سے واقف ہے! اس کا کون انکار کرتا ہے۔ لیکن ان محقق صاحب کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ ”ذہب بنہب“ سے مذہب بنتا ہے جس کے معنی عقیدہ، مسلک اور طریق کے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے ذہب یذہب کے معنی مذہب و عقیدہ کے بھی لئے جاتے ہیں۔ اگر یہ عربی سے اتنی واقفیت بھی نہیں رکھتے تو پھر انہیں علمی میدان میں گھوڑے دوڑانے سے گریز ہی کرنا چاہئے۔ بہر حال ان کے اطمینان قلب کے لئے مزید ثبوت کے طور پر زیر نظر کتاب ”کتاب فیہ الاعتقاد“ سے ہی چند نمونے بطور مشتمے از خروارے پیش خدمت ہیں۔

وذہب احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ الی ان اللہ عزوجل ینفضہ ویرضی

(طبقات المناہلہ ج ۲ صفحہ ۲۹۷) وذہب الی ان اللہ تعالیٰ نفسا (ایضاً)

صفحہ ۲۹۸) وكان يذهب الى ان الله تعالى يرى في الاخرة بالابصار (ايضا

صفحہ ۲۹۸) وكان يذهب الى ان افعال العباد مخلوقة لله عز وجل (ايضا صفحہ

۲۹۹) وكان احمد يذهب الى ان الاستطاعت مع الفصل (ايضا صفحہ ۲۹۹)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ان عبارات میں فہم بظہر اعتقاد و نظریہ
مسلك و مذہب کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ پیروں سے جانے کے معنی
میں۔

”ابو فضل تمیمی احمد بن حنبل کی وفات کے سو سال بعد پیدا ہوئے
اتنے طویل عرصے بعد آنے والا یہ شخص ان سے کیسے براہ راست یہ
عقیدہ نقل کر رہا ہے جبکہ درمیان میں کوئی دوسرا راوی بھی موجود
نہیں ہے..... چونکہ سند کا سلسلہ منقطع ہے روایت ضعیف ہے۔“
(تجلی خان ص ۳)

اس اعتراض میں بھی ان کا نقص علم نمایاں ہے سند دیکھ کر ان کو مغالطہ ہوا
ہے۔ ہم ان کو بتا چکے ہیں کہ یہ مؤلف کی سند نہیں ہے بلکہ کاتب کی سند ہے جو کہ
ابو فضل تمیمی سے نیچے کی ہے۔ جب ابو فضل تمیمی کی یہ سند ہی نہیں ہے تو سند
کا سلسلہ منقطع اور ضعیف ہونا چہ معنی دارو؟ بات صرف یہ ہے کہ
اپنی حالت کا نہیں ہے کچھ احساس مجھے
میں نے اوروں سے سنا ہے کہ پریشاں ہوں میں
ایک آسان مثال سے ہم ان صاحبان کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ
اگر یہ حضرات موجودہ دور ۱۳۱۳ ہجری میں صحیح بخاری (تالیف شدہ تیسری صدی
ہجری) سے کوئی حدیث نقل کریں تو کیا وہ روایت ضعیف یا منقطع ہو جائے گی؟

ہرگز نہیں۔ بالکل اسی طرح ابو الفضل تمیمی نے کتاب فیہ الاعتقاد کو اپنے سے پہلے موجود تالیف شدہ مواد سے مرتب کیا ہے۔ احمد بن حنبل کے عقائد و افکار مذہب و رجحانات وغیرہ کا مواد ان سے پہلے ابو بکر الخلال (متوفی ۲۳۱ھ) نے تقریباً ۱۲۰ اجزاء میں کتاب جامع لعلوم یا المسند من مسائل کے نام سے جمع کرویا تھا اس کے مخطوطے قدیم لائبریریوں میں موجود ہیں۔ (الرسائله مستطرفه ص ۳۳)

ظاہر ہے کہ یہاں سند کے انقطاع کی بات کرنا محض جہالت ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف موصوف مزید فرماتے ہیں کہ

”اس کو صحیح ثابت کر کے دکھانا چاہئے کہ حامد لفقہی سے لیکر ابو الفضل التیمی تک اور ابو الفضل سے لیکر احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تک اس پورے سلسلہ سند میں تمام رواۃ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں ورنہ دعویٰ باطل ہے۔“ (تجلی خان صفحہ ۳)

ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ حامد لفقہی نے تو پہلے سے موجود کتاب کو طبع کرایا ہے اور اس پر تعلیقات کی ہیں۔ اب کیا ان کے خیال میں ہر کتاب چھاپنے والے کو بھی اپنی سند پیش کرنی ہوگی؟ کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ آپ ان کی علیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہیں گے!

جل اللہ شمارہ نمبر ۱۱ میں مسائل احمد بن حنبل سے جو کہ ان کے صاحبزادے عبد اللہ کی تالیف ہے نقل کیا گیا تھا کہ احمد بن حنبل تعویذات کے قائل تھے اور تعویذات لکھتے بھی تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو!

کتابہ التعویذۃ للقرع والحمی وللمرأۃ اذا عسر علیہا الولادۃ

۱۶۲۲۔ حدثنا: قال: رایت ابی یکتب التعویذ للذی یقرع

وللحمی لاهله وقراباته ویکتب للمراة اذا عسر علیہا الولادۃ فی جام

ادشى لطيف، فيكتب حديث ابن عباس، الا انه كان يفعل ذلك عند وقوع البلاء، فلم اره يفعل هذا قبل وقوع البلاء، فرايته يعمد في الماء ويشربه المريض، ويصب على راسه منه.....

۱۶۲۳- حدثنا: قال: قرأت على ابي- رحمه الله- يعلى بن عبيدة، قال حدثنا سفيان، عن محمد بن ابي ليلي، عن الحكم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: اذا عسر على المرأة ولا دنها فلتكتب: بسم الله الذي لا اله الا هو الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، "كانهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون" قال ابي: فزاد فيه وكيع: وينضح ما دون سرتها-

(عبارت مسائل احمد روايته ابن عبد الله بن احمد صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸)

ترجمہ :- تعویذ لکھنا، منجے پن کے لئے، بخار کے لئے اور خاتون کے عسر ولادت کے لئے۔

عبد اللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد (احمد ابن حنبل) کو تعویذ لکھتے دیکھا، اس کے لئے جو گنجا ہوتا، بخار کے لئے، اپنے گھر والوں اور قرابت داروں کے لئے اور تعویذ لکھتے خاتون کے لئے پیالہ میں عسرت ولادت کے لئے یا کسی دوسری شے لطیف پر اور وہ لکھتے ابن عباس کی حدیث سوائے اس کے کہ وہ مصیبت کے واقع ہونے کے قریب ایسا کرتے تھے، اور میں نے ان کو مصیبت کے وقوع سے قبل ایسے کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پانی میں تعویذ کرتے تھے اور اس کو مریض پی لیتا تھا اور اس میں کچھ سر پر ڈال لیتا تھا۔

عبداللہ بن احمد نے کہا، میں نے اپنے والد (احمد ابن حنبل) کے سامنے پڑھا..... ابن عباس سے روایت ہے، فرمایا کہ جب عورت کو ولادت کے وقت دشواری ہو تو یہ لکھو۔

بسم اللہ النبی لا الہ الا هو الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین، ”کانہم یوم یرفن ما یوعدن لم یلبثوا الا ساعتہ من نہار بلاغ فہل یرہک الا القوم الفاسقون“
میرے والد (احمد ابن حنبل) نے کہا : اور وکج نے یہ اضافہ کیا کہ اس کو (پانی کو) ناف کے نیچے چھڑک دیا جائے۔

(مسائل احمد روایت ۱۰۱۰۰، عبداللہ بن احمد صفحہ ۷۳۷، ۳۳۸، بحوالہ جبل اللہ شمارہ ۱۱ صفحہ ۳۳)
تجلی خان اور ان کے ہم مذہب عالموں کی تحقیق پھر وہی رہی کہ یہ غلط طور پر احمد بن حنبل سے منسوب ہے حالانکہ یہ کتاب ان کے اپنے صاحبزادے کی تالیف ہے، ان حضرات کی عمیق تحقیق ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں

”متن سے قبل حدیث اور قال کے الفاظ آئے ہیں اور دونوں کے بعد دو روایتیں ہیں جیسا کہ عکس سے ظاہر ہے قال کا صیغہ تو عبداللہ کے لئے آیا ہے مگر حدیث (ہم سے بیان کیا) بولنے والا معلوم نہیں کون ہے؟ نہ اس کا نام ہے نہ اتہ ہے نہ پتہ عبداللہ بن احمد سے حدیث کہہ کر جو راقم روایت کر رہا ہے وہ مجہول ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔“ (تجلی خان ص ۶۵)

قارئین! اس تحقیق و تبصرہ کا حال بھی اوپر سے چنداں مختلف نہیں ہے آپ سوچتے ہوں گے کہ ان صاحبان نے خوب تحقیق، غور و فکر اور تلاش و جستجو کے بعد فیصلہ دیا ہو گا کہ حدیث بولنے والا نامعلوم ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ یہ

چیزیں تو ان کو چھو کر بھی نہیں گزری ہیں کیونکہ تحقیق کرنے والوں سے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ اس کتاب یعنی ”مسائل احمد روایتاً“ کا یہ حدیثاً بولنے والا ابو بکر احمد بن جعفر القطیبی ہے، حوالہ کا فوٹو پیش خدمت ہے اسے ملاحظہ کیجئے اور مدافین کو تحقیق کی خوب داد دیجئے!

(۲) هي خمسة أجزاء لمسند العراق أبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك ابن شبيب البغدادي القطيبي ، لقب بذلك لانه سكر قطيعة الرقيق ببغداد ، توفي سنة ۳۶۸ هـ ، وهو الراوي عن عبد الله بن الإمام أحمد ، المسند ، و التاريخ ، و الزهد ، و المسائل كلها لآبيه .

فوٹو تعلیقات سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ۳۸۸

ترجمہ۔ ابو بکر احمد بن جعفر القطیبی..... جو راوی ہیں عبد اللہ بن احمد سے، احمد بن حنبل کی کتب المسند، تاریخ، الزهد اور مسائل میں سے ہر ایک کے.....

(تعلیقات سیر الاعلام النبلاء جلد ۹ ص ۳۸۸)

اس کے علاوہ اس کے لئے دیگر کتابیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً طبقات حنابلہ ج ۲ صفحہ ۶ اور منہج الاحمد ج ۲ صفحہ ۵۷، الرسائلہ مستطرفہ ص ۷۸ وغیرہ۔

احمد بن حنبل تعویذات کے شرک میں مبتلا تھے کیا اس کو تسلیم کرنے میں اب بھی کوئی امر مانع ہے؟ دراصل حق کو تسلیم کرنے کے لئے جس جرات کی ضرورت ہے وہ شخصیت پرست کے یہاں مفقود ہوتی ہے۔

احمد بن حنبل کسی بھی صورت میں ”تعویذگر“ ثابت نہ ہو اس مقصد کے لئے موصوف اپنے پیشواؤں کی کورانہ تقلید میں لکھتے ہیں۔

”یہ بات توجہ طلب ہے اگر آپ ان روایات کو صحیح مان لیں تو پھر کیا

ان کی ضرب صحابی رسول عبد اللہ ابن عباس، سعید بن جبیر، و کعب

وغیرہ پر نہیں پڑتی ہے۔ جب آپ ان میں سے کسی ایک کو بچائیں گے

تو احمد بن حنبل بھی بیچ جائے گا پھر سب کو چھوڑ کر ایک احمد بن حنبل

کو پکڑنے کا اصول ہمیں سمجھادیں۔“ (تجلی خان ص ۶)

حیرت کا مقام ہے جن لوگوں کو اصول اور قاعدے سے دور کا بھی واسطہ

نہیں وہ اصول سمجھانے کی بات کرتے ہیں۔ احمقوں کی جنت کے یہ باسی احمقانہ

بات بھی بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں، غلط اور جھوٹی روایات پر عقیدہ و

عمل کی بنیاد احمد بن حنبل یا کوئی اور شخص رکھے تو اس میں سند میں آئے ہوئے

تمام راویوں کا کیا قصور ہو سکتا ہے؟ بالکل اسی طرح عبد اللہ ابن عباسؓ اور سعید

بن جبیرؓ سے غلط طور پر منسوب روایت پر عقیدہ بنا کر احمد بن حنبل تعویذات لکھتے

رہے ہیں تو اس میں عبد اللہ بن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ کا کیا قصور ہے۔ ہماری یہ

بات شاید ان کی سمجھ میں نہ آئے لہذا ہم ان کے یادگاری مجلہ احمد بن حنبل کی دو

عبارتوں کو ہی ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

”عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب شرکیہ عقائد کی وجہ سے کروڑوں

افراد جنم کا ایندھن بنیں گے تو اس کا وبال معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام

پر ہو گا؟ نہیں جنہوں نے تحریف کر کے انہیں الہ بتایا تھا وہ اس ذمہ

داری کے ذمہ دار بنیں گے۔“ (یادگاری مجلہ ص ۱۱)

”تمام شیعہ اپنے مذہب کو علی، حسین، زین العابدین، باقر وغیرہ سے

منسوب کرتے ہیں کیا ان کے تسلیم کرنے اور منسوب کرنے سے جن

سے منسوب کیا گیا ہے ان پر لعن طعن کیا جاسکتا ہے؟“ (یادگاری مجلہ

ص ۲۶)

وفات ۸۵۲ھ ہے اور ابن حجر نویں ہجری کے آدمی ہیں ان کی تاریخ
 وفات ۸۵۲ھ ہجری ہے یعنی ابو الحسن میمونى امام ذمى سے تقریباً پانچ سو
 سال اور ابن حجر سے تقریباً چھ سو سال قبل گزرے ہیں آخر یہ دونوں
 کیسے اور کس طرح براہ راست میمونى سے روایت نقل کرتے ہیں۔“

(عجلی خان ص ۲۱)

ہٹ دھرمى کی انتہا تو یہ ہے کہ طاغوت کی حمایت میں اب ان لوگوں نے علم
 اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے فنون پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔
 ”ہل کذبوا بمالم بحیطوا بعلمہ“ (جھٹلا دیا اسے جس کا علمى احاطہ نہ کر پائے) ان
 علوم کی معرفت تو کجا ان کو اس کی ابجد تک سے واقفیت نہیں ہے ورنہ اس طرح
 کی بے تکی بات کبھی نہ کہتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسماء الرجال اور
 جرح و تعدیل کی تو بالکل ہی چھٹی کر دی ہے۔ احادیث کے راویوں کی توثیق اور
 تضعیف کے لئے ان رجال کی کتب سے جس قدر اقوال پیش کئے جاتے ہیں وہ
 سب ناقابل اعتبار قرار پائے۔ ذمى اور ابن حجر راویوں کی توثیق اور تضعیف کے
 لئے اکثر آئمہ جرح و تعدیل، یحییٰ ابن معین، ابن قطن اور عبدالرحمن بن
 مہدی، محمد بن یحییٰ الزہلی، بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہم کے اقوال نقل کرتے
 ہیں، یہ تمام دوسری اور تیسری صدی ہجری کے ہیں۔ اگر یہ صاحبان کہیں کہ ہم ان
 کے اقوال کو مانتے ہیں مگر احمد بن حنبل کے خط کے متعلق میمونى کی بات کو نہیں
 مانتے تو اس احتمالہ ہٹ دھرمى کا علاج کم از کم ہمارے پاس نہیں ہے۔“ ”تک
 اذا قسمۃ منہذی“ (نجم آیت ۲۲)۔

ان لوگوں نے شاید سوچ رکھا ہے کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر احمد بن حنبل کی شخصیت پر آج نہیں آنے دیں گے! ابن حجر ہوں یا ذہبی یہ صرف ناقلین ہیں انہوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی اور سلف کی کتب سے نقل کا کام کیا ہے جہاں ان کی بات ہوتی ہے وہاں اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مگر موصوف لکھتے ہیں۔

”آخر یہ دونوں کیسے اور کس طرح براہ راست میمون سے روایت

نقل کرتے ہیں۔“ (تجلی خان ص ۲۱)

سردست ان کی توجہ دلانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے

ابن حجر اور ذہبی نے کن کتب سے جمع و تدوین کا کام کیا ہے یہ ہم انہیں کسی

اور موقع پر بتائیں گے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں۔

”امام ذہبی کے نزدیک ابو الحسن میمون کے قول کے مطابق امام احمد

بن حنبل کی تعدیل ہے نعم الشیخ عافاہ اللہ اچھے شیخ تھے اللہ اسکو معاف

کرے۔“ (تجلی خان ص ۲۱)

امام ذہبی کی طرح ابن حجر کے نزدیک یہ ابو الحسن میمون کے قول کے

مطابق امام احمد بن حنبل کی تعدیل ہے۔ (تجلی خان ص ۲۲)

”میمون تو احمد بن حنبل کی تعدیل کرتے ہوئے ان کو دعا بھی کرتے

ہیں نعم الشیخ عافاہ اللہ“ (تجلی خان ص ۲۲)

قارئین! یہ مدافعیین احمد بن حنبل کے علم، عقل و دانش، تحقیق و نظر اور

ان کی زبان دانی کا کمال ہے یا پھر ان کے اندھے پن یا جہالت کی انتہا ہے۔ میمون کا

یہ زیر بحث قول رجال کی کتب کی انتہائی سادہ سی عبارت ہے اس میں نہ عربی زبان

کی کوئی پیچیدگی ہے اور نہ فنی وقت، پھر بھی ان صاحبان کے فہم نے اسے کیا سے کیا بنا دیا ہے یا شخصیت پرستی نے بالکل ہی اندھا کر دیا ہے۔

میمونی کا قول اور اس کا عام فہم ترجمہ پیش خدمت ہے خود فیصلہ کیجئے۔

”قال ابو الحسن الميموني سالت ابا عبدالله الكتاب الى مسدد فكتب لي اليه وقال نعم الشيخ عافاه الله۔“

ترجمہ۔ ابو الحسن میمونی نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کے نام خط کے متعلق کہا تو انہوں نے خط لکھ دیا اور کہا کہ (مسدد) بہت اچھے شیخ ہیں اللہ انہیں معاف فرمائے۔

اس جملہ میں تو میمونی نے احمد بن حنبل کی کوئی تعدیل بیان نہیں کی ہے اور نہ ہی اس میں احمد بن حنبل کی تعدیل ہے، ”نعم الشيخ عافاه الله“ تو احمد بن حنبل کا قول مسدد کے متعلق ہے جبکہ ان صاحبان نے ”نعم الشيخ عافاه الله“ کو میمونی کی بات اور احمد بن حنبل کے متعلق بنا دیا ہے۔ سچ ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ایک عام اور سادہ سی عبارت بھی جن کے پلے نہ پڑتی ہو ان کے دعوے اتنے بلند و بانگ کہ الامان والحفیظ! اگر یہ ذرا بھی عبارت پر غور کر لیتے تو انہیں اندازہ ہو جاتا کہ ”کتب“ اور ”وقال“ کا فاعل ایک ہی ہے یعنی احمد بن حنبل نہ کہ میمونی! انہیں چاہئے کہ پہلے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کریں۔ یہ لوگ ہٹ دھرم ہیں ہو سکتا ہے کہ ضد کریں مگر ہماری اس بات کو غلط ثابت نہیں کر سکیں گے۔

ذہبی اور ابن حجر مسدد کے حالات میں ان کی تعدیل اور توثیق کے لئے احمد بن حنبل کا یہ قول نعم الشيخ عافاه الله لائے ہیں نہ کہ احمد بن حنبل کے ترجمہ

(حالات) میں۔ احمد بن حنبل کے دفاع کے جنوں میں ان کا زاویہ نگاہ اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ ہر بات کا یہ الٹا مطلب نکالتے ہیں اور مطلب بھی وہی نکالتے ہیں جو ان کی شخصیت پرستی کے سانچے میں فٹ بیٹھے! ملاحظہ فرمائیے کہ ان لوگوں نے پہلے تو نعم الشیخ کو غلط طور پر احمد بن حنبل کے متعلق قرار دیا پھر لکھتے ہیں۔

”ایک ہی فقرے میں (یہ احمد بن حنبل کا خط ہے) بات ماننا اور

دوسری بات (نعم الشیخ عافاہ اللہ یعنی تعدیل) سے انکار، کہاں کا

انصاف ہے؟ کیا یہ ان سے تعصب نہیں ہے؟“ (تجلی خان ص ۲۲)

ہم بتا چکے ہیں کہ نعم الشیخ کا فقرہ مسدود کے متعلق احمد بن حنبل کا قول ہے

اور ہم نے اس کا کبھی انکار نہیں کیا۔ اب اس موقع پر ہم آپ کو وہ اصول یاد دلاتے ہیں جو آپ نے صفحہ نمبر ۱۲ پر تحریر کیا ہے۔

”آج تک ہمارا طریق کار رہا ہے کہ جرح و تعدیل ہم ہر ایک سے لیتے

رہے ہیں“ (تجلی خان ص ۱۲)

اس اصول کا یہاں اطلاق کر لیجئے، جب آپ نے اپنے اس اصول کی روشنی

میں تعدیل ”نعم الشیخ“ کو تسلیم کیا تو خط خود بخود ثابت ہو گیا۔ کیونکہ میمونی کا یہ جملہ آدھا تعدیل پر مشتمل ہے تو آدھا خط کے اثبات میں۔ لہذا انصاف کیجئے تعصب نہ برتنے!!

اب قارئین یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان مدافعین احمد بن حنبل کا واحد

سہارا عبدالرحمن ابن مندہ ہے، یہ مخدوش سہارا ان لوگوں نے دانتوں سے پکڑ

رکھا ہے اس لئے اس کی خوب خوب وکالت کی ہے اور اس کی تعریف و توصیف

میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ سادہ لوح قارئین کی آنکھوں میں دھول

جھونکنے کی کوشش کی ہے، جعلی رعب و دبدبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”اگر عبدالرحمن ابن مندہ کے پورے احوال کا مطالعہ کیا جائے تو ان

کو ہرگز مجروح نہیں کہا جائے گا وہ بڑے محتاط محدث تھے۔“ (تجلی

خان ص ۱۳)

غور فرمائیے مصنف موصوف کے ان الفاظ پر کہ ”پورے احوال کا مطالعہ

کیا جائے تو.....“ یعنی موصوف عبدالرحمن بن مندہ کے پورے احوال کا مطالعہ

کر چکے ہیں، ان کے جعلی دعوے کی قلعی کھولنے کے لئے سیر اعلام النبلاء کا حوالہ

ہی کافی ہے۔ ذہبی عبدالرحمن بن مندہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قلت : اطلق عبارات بدعه، بعضهم بها۔ اللہ يسامحه، وكان زهر اعلی من خالفه فيه، خارجيته، ولد

محاسن وهو في توليفه، حاطب ليل يرفى الغث والسمين وينظم ردى الخرز مع الدر الثمين۔ (سیر

اعلام النبلاء ص ۳۵۴ جلد ۱۸)

ترجمہ۔ ”ذہبی کہتے ہیں کہ (ابن مندہ کی) کچھ عبارات ایسی ہیں جن کی وجہ

سے اسے بعض لوگوں نے بدعتی قرار دیا ہے۔ اللہ اسے معاف فرمائے۔ وہ اپنے

مخالفین کے معاملے میں تند خو تھا۔ اس میں کچھ خارجیت ہے اور اس میں خوبیاں

بھی ہیں۔ وہ اپنی تالیفات میں حاطب اللیل ہے۔ قوی و ضعیف سب روایات کرتا

ہے۔ اور بے کار قسم کے منکے قیمتی موتیوں کے ساتھ پروتا ہے۔“

ذہبی نے ابن مندہ کے لئے حاطب اللیل کے الفاظ استعمال کیے ہیں یہ فنی

اصطلاح ہے اور ہمارے مخاطب محققین فن جرح و تعدیل میں کورے ہیں۔ اس

لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کی بحوالہ وضاحت کریں۔ ملاحظہ ہو۔

ابن عیینہ، قال لی عبدالکریم الجوزی، یا ابامحمد، تدری ما حاطب لیل؟ قلت لا قال هو الرجل ینخرج فی اللیل فحتطب فیضع یدہ علی افعی فقتلہ، ہذا مثل ضریرتہ، لک لطالب العلم، ان اذا حمل من العلم مالا یطیقہ، قتلہ، علمہ، کما قتلت الافعی حاطب الیل

(سیر اعلام النبلاء ۵/۲۷۲)

ترجمہ : ابن عیینہ کہتے ہیں مجھ سے عبدالکریم جوزی نے کہا اے ابو محمد حاطب! لیل (رات کو لکڑی چننے والا) کس کو کہتے ہیں جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ حاطب اللیل وہ شخص ہے جو کہ لکڑیاں چننے کے لئے رات کو نکلتا ہے پس اس کا ہاتھ کسی سانپ پر پڑتا ہے اور سانپ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ مثال میں نے تمہیں ایسے طالب علم کے بارے میں دی ہے جو ایسے علم کی ذمہ داری اٹھاتا ہے جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا تو وہ علم اسکو ہلاک کر دیتا ہے جس طرح حاطب اللیل کو سانپ نے ہلاک کر دیا ہے۔

یہ ہیں ابن مندہ جو کہ بدعت سے متصف ہیں، خارجی اور اطب اللیل ہیں، جنہیں صحیح اور غلط کی تمیز تک نہیں ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بھی وہ مدافعین احمد بن حنبل کے ”مخاطب محدث“ ہیں۔ فیا للعجب!

قارئین! ان صاحبان کی تحقیق کے معیار کی حقیقت تو طشت از بام ہو چکی ہے۔ ان کی دیانت اور خلوص کی مثال بھی دیکھتے چلیے۔ ان کا ایک محقق حفیظ الرحمان رقم طراز ہے۔

”کاش کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے یہ فتوے باز، کفر و شرک کا فیصلہ کرنے والے اللہ کے نبی کی اس حدیث کو سامنے رکھتے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ

فیصلہ کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے بارگاہ میں پیش کیا جائیگا تو اسے حساب سے پہلے ایسے ہولناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ کہے گا کہ کاش! میں ایک کھجور کے بارے میں بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرتا (کجا کہ کسی کے ایمان و کفر کا فیصلہ جو متاع حیات ہے)“ (تذکرۃ الحفاظ) یادگاری مجلہ احمد بن حنبل صفحہ ۲۰

ایسی شدید ترین ضعیف روایت کو یہ حدیث رسول بتلا رہے ہیں۔ اور احمد بن حنبل سے ثابت شدہ عقیدہ کی نسبت کا انکار کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دوغلا معیار ہے۔ تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے محقق موصوف نے اسے نقل کیا ہے، ذرا تذکرۃ الحفاظ کا وہ صفحہ ملاحظہ کیجئے جہاں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ ذہبی نے اس روایت کو مع سند لکھنے کے بعد اس کے دو راویوں، عون اور صالح کے متعلق لکھا ہے کہ ”عون ضعیف اور صالح غیر صالح لانہ خارجی“ یعنی عون ضعیف ہے اور (دوسرا راوی) صالح نیک نہیں ہے کیونکہ وہ خارجی ہے۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۹۰۸ رقم ۹۰۲)

دیکھا قارئین! یہ ان کا معیار ہے، احمد بن حنبل سے ثابت شدہ بات بھی ان کے نزدیک ثابت نہیں اور اللہ کے نبی علیہ السلام کی طرف ضعیف ترین روایت بھی ثابت کیا خوب معیار ہے اور کیا خوب تحقیق! لطف یہ کہ جہاں سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں وہیں مولف کتاب نے اس کا ضعف بھی بیان کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ سیر اعلام النبلاء کی تعلیقات میں اس روایت کے راوی صالح کے متعلق لکھا ہے کہ ”لم یوثقہ غیر ابن حبان علی عادتہ فی توثیق المجاہیل“ یعنی صالح کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی ہے اور انہوں نے یہ توثیق

اپنی عادت کے مطابق مجھوں راویوں کی توثیق کی طرح کر دی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ صفحہ نمبر ۱۷۰)

مجھوں راوی کی روایت تو ان کے نزدیک حدیث رسول ہے مگر احمد بن حنبل کیلئے انکا معیار کچھ اور ہی ہے یعنی ایسا ثقہ راوی جو دنیا میں کبھی گزرا ہی نہ ہو۔ ایسا کیوں ہے؟ شخصیت پرستی نے انہیں یہاں تک پہنچایا ہے، اب نہ جانے انکی اگلی منزل کیا ہوگی! فاعبروا یا اولی الابصار

قارئین! حق سے اعراض کرنے والوں کو قدم قدم پر اسی طرح ٹھوکریں لگتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو حق سے اعراض کی روش سے بچائے۔ آمین! حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱ میں احمد بن حنبل کے عقائد و نظریات کا جو مختصر تعارف پیش کیا گیا تھا، ہم نے اس پر اعتراضات کے بودے پن کو واضح کر دیا ہے۔ اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے؟

ماجئتم به السحر

کچھ عرصہ سے حنا بلہ جدیدہ کی طرف سے احمد بن حنبل دفاع مہم زور و شور سے جاری رہی ہے اور آئے دن ان کے نئے نئے کارنامے سامنے آتے رہے ہیں جن میں فضولیات اور خلطِ بحث کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، ان کا وقتاً فوقتاً آپریشن بھی ہوتا رہا ہے۔ اب آج کل ان کا میلان انکارِ حدیث کی طرف کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ان کے ایک رکن مولوی بشیر احمد صاحب نے جادو کے مسئلہ پر قلم اٹھایا اور ایک کتابچہ ”سحر کی حقیقت“ کے عنوان سے لکھ ڈالا جس میں سراسر منکرینِ حدیث والا انداز اختیار کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی کی من مانی تاویلات کیں جو کہ دراصل آیات کی ضد بلکہ انکار پر مبنی ہیں اور ساتھ ہی صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی مشہور احادیث کو بغیر کسی علمی دلیل بیک جنبشِ قلم ضعیف قرار دے کر گویا اپنی جان چھڑالی۔ الحمد للہ ہم اس مسئلہ میں صحیح موقف قرآن و حدیث کی روشنی میں جبل اللہ شمارہ نمبر ۱۴ میں پہلے ہی تفصیل سے پیش کر چکے ہیں۔ طالبِ حق اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اب رہا ان کا کتابچہ اور اس کا ضمیمہ تو اسکے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ اس کا انداز ان کے پیش رو غلام احمد پرویز والا ہی ہے۔ اسے شروع سے آخر تک پڑھ جائیے نہ کوئی علمی دلیل ملے گی اور نہ حواشی مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

کوئی ربط بس اتنا ہی سمجھ میں آئے گا کہ جناب سحر کا انکار فرما رہے ہیں۔ اب اس میں حیرت کی بھی کیا بات ہے کہ ان کے ممد و معاون صاحب مقدمہ نے اس کو عظیم دینی خدمت قرار دیا ہے! کوئی ان سے پوچھے کہ گروہ منکرین حدیث کی تائید و تقویت کی سعی لا حاصل کون سے اسلام کی خدمت ہے! بہر نوع یہاں ہم ان صاحب کی پریشان خیالی اور ہیر پھیر کا ایک نمونہ پیش کرتے چلیں، فرماتے ہیں ”عرصہ دراز سے ساتھیوں کی خواہش تھی کہ جادو اور تعویذ گندے کے موضوع پر قلم اٹھایا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جادو، ٹونے، ٹونکے اور تعویذ کی کیا حقیقت ہے۔“ (صفحہ ۶)

قارئین کرام خوب واقف ہیں کہ تنظیم کا کتابچہ ”تعویذ گندہ اشْرک“ ایک عرصہ سے اس مقصد کو بخوبی پورا کر رہا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔ دراصل یہ خواہش تو ان کے چند ذمہ داروں میں اس وقت پیدا ہوئی جبکہ انہیں احمد بن حنبل کی دفاعی مہم میں پیہم پسائی سے دو چار ہونا پڑا اور پھر یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اس کمزور موقف پر تو ہم کامیابی حاصل نہ کر سکے کیوں نہ اس نئے جال سے کچھ شکار کھیلا جائے شاید کچھ بات بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس مرتبہ بھی انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ فتنقلوا خاسرین۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا یہ حربہ بے کار ثابت ہوا۔ اب آئیے ذرا ان کے مضمون پر نظر ڈالیں۔ مولوی بشیر احمد صاحب نے طویل عبارات تفسیر ابن کثیر سے نقل کر ڈالی ہیں گویا کہ ان کے سارے کتابچہ کا ماخذ صرف تفسیر ابن کثیر ہے۔ قاری کو بھول بھیلوں میں ڈالنے کے لئے بے مقصد باتوں کی بھرمار کی گئی ہے جس سے ان کی جہالت و بے علمی صاف عیاں ہے۔ ضمیر

میں موصوف کی فریب کاری کا پورا زور اس پر ہے کہ جبل اللہ کے نامکمل اقتباسات سیاق و سباق سے ہٹا کر اور آیات قرآنی کے پیش کردہ دلائل سے علیحدہ کر کے پیش کئے ہیں یعنی ”فلاں فلاں صفحہ پر یہ لکھتا ہے“ وغیرہ۔ اور پھر اپنے الفاظ میں اپنے مطلب کا نتیجہ اخذ کر کے فرمادیا ”مذکورہ بالا عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے..... اور یہ فلاں فلاں آیات سے متصادم ہے۔“ اس طرح جبل اللہ کی قرآن و حدیث کے دلائل پر مبنی عبارات کو ٹکڑوں میں پیش کر کے قرآنی آیات کے خلاف ثابت کرنے کی فریب کارانہ کوشش کی ہے جو بدترین علمی خیانت ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف۔ ملاحظہ ہو کہ مضمون میں سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ کی تفسیر و تاویل پر تو صفحہ کے صفحے سیاہ کئے ہیں لیکن آیت کا ترجمہ کہیں نہیں دیا (ضمیمہ میں البتہ ترجمہ دیدیا ہے) صفحہ نمبر ۲۰ پر یہ ضرور کہہ دیا کہ ”البقرہ آیت نمبر ۱۰۲ کا ترجمہ دیکھو۔ صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھتے ہیں ”بعض نے ہاروت ماروت کو شیاطین کا بدل بنا دیا ہے۔“ غرض اس طرح بعض بعض کرتے ہوئے آیت کا ترجمہ گول کر گئے۔ کچھ ساتھی ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے تو آیت کا ترجمہ بھی نہیں لکھا، اس کا ترجمہ تو لکھ کر دیں۔ کافی پس و پیش کے بعد آیت مذکورہ کا جو ترجمہ انہوں نے لکھ کر دیا ان کی قلمی تحریر کی فوٹو کاپی پیش کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ سورہ البقرہ آیت ۱۰۲

اور لگے ان چیزوں کو بیرونی کرے۔ جو شیاطین۔ یہ ان علیہ السلام کا سلطنت کا نام ہے کہ پیشین پندرت سے حالہ اس سبب سے
 نے بھی کفر نہیں کیا۔ لہذا کہ کہ وہ شیاطین نے جو کوی و جانہ گری کا تعلیم دیتے تھے اور نہیں مانگے کیا یا فرشتوں پر
 کیوں بائبل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے کہ ان کا نام ہاروت تھا اور دوسرا کا نام ماروت تھا۔ نہیں سمجھتا ہے وہ کبھی و

تھی وہ یہ کہتے تھے ہم تو فتنہ ہیں، پس تو کنزیر۔ بگو ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شہزادہ ہویا وہ بیان جبرائیل
 دین لکھا کہ وہ جادو کے ذریعے ہی کہ وہ لکھتے ہیں کہ سیکھتے۔ جسکو بھی وہی لکھتے ہیں وہ طرف اللہ
 کہ طرف سے بولا: وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں۔ سبکہ نقصان دہ تھی اور خوب موسم تھا جو اس جز
 کا فخر ہر بنا۔ اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ تھی بڑی چیز تھی جس کے برے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کما میں انکو
 موسم موتا: فتح

(نوٹو ترجمہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۲ از قلم بشیر احمد صاحب)

یہ ترجمہ تو مولوی صاحب نے ہمارے ایک ساتھی کو لکھ کر دیا تھا مگر اس کے
 بعد انہوں نے جو پمفلٹ بطور ضمیمہ جاری کیا ہے اس میں بھی اس کا ترجمہ کر دیا
 ہے وہ بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ کرتے چلئے۔

تھمہ اور پیچھے ہمیں دن دروہ صباخ باتوں سے جو شیطانیں سلیمان ملے کے زمانہ میں برہمنیت تھے اور ما شا اللہ (سیدنا امامت بھی
 کفر نہیں کیا۔ یاں شیطان (یعنی ہاروت و ماروت) نے کہا کہ لوگوں کو جادو کے (کھاتے دانتا) سیکھنا ہے اور نہ انارا
 گیا تھا اور فرشتوں پر لڑتے ہیں (مفسر ہاروت و ماروت کی جاہل بازی تھی) اور وہ (ہاروت و ماروت) جاہل گروں
 لکھی جادو سیکھنے کے جب تک کہ ہم نہیں دیکھتے کہ ہم خود مستعد ہیں پس تو کافر نہ ہو لہذا وہ لکھ سکتے ان کے ہاروت و ماروت
 سے وہ چیز جس سے خاوند ہوی من جلالہ ڈال دیں: باخود مرز ترجمہ شاہ۔ شاہ اور سرسری۔

(نوٹو ضمیمہ ص ۸ از بشیر احمد)

ہاروت و ماروت تو فرشتے تھے نہ کہ شیطان، معاذ اللہ!

قارئین! آپ نے ان کے دونوں تراجم ملاحظہ فرمائے، داد دیں اس ذہن کی
 جسکی یہ اختراع ہیں۔ ہاروت و ماروت تو بلاشک و شبہ فرشتے تھے جیسا کہ آیت
 ”وما انزل علی الملکین بہا بل ہاروت و ماروت... الخ“ سے ظاہر ہے لیکن
 مولوی بشیر ان فرشتوں کو شیاطین کے سردار بنا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی
 فرما رہے ہیں کہ یہ جادو سیکھنے سے منع بھی کرتے تھے کہ ”ہم تو فتنہ ہیں پس تو کفر نہ
 کر۔“ کیا خوب! گویا کہ شیطان کفر کی ترغیب دینے کی بجائے کفر سے روکنے والا
 داعی الی الخیر بن گیا! اللہ تعالیٰ تو شیطانی کردار کو اس طرح واضح فرماتا ہے، فرق

ملاحظہ فرمائیں:-

”کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری

منک.... الخ“ (الحشر آیت ۱۶)

ترجمہ:- مثل شیطان کے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، جب یہ کفر کرتا

ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بری الذمہ ہوں۔

دیکھ لیجئے! یہ کھیل کھیلا ہے ان فقیہوں نے کتاب اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی

پناہ! کیسی ظالمانہ حرکت ہے کہ قرآن کی تحریف میں ”بعض“ کے کہنے سے اس

ظالم نے دو فرشتوں کو شیطانوں کے سردار بنا ڈالا جبکہ آیت ”وما انزل علی

الملکین بابل ہاروت وماروت.....“ تو صاف بتا رہی ہے کہ ”جو نازل کیا گیا دو

فرشتوں ہاروت وماروت پر بابل میں“ قارئین ذرا غور فرمائیں آیت میں ملکین

یعنی دو فرشتوں کا تو ذکر ہے جنہیں قرآن میں ہاروت وماروت کے نام سے موسوم کیا

گیا ہے لیکن دو شیطانوں کا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے جن کا نام ہاروت وماروت قرار

دیا جائے۔ ذرا غور کیجئے ان کے ترجمہ پر کہ موصوف نے انکار حدیث کے مقصد

سے آیت کو کس طرح توڑنے مروڑنے اور اپنی طرف سے الفاظ ٹھونسے کی مذموم

کوشش کی ہے۔ قارئین مولوی صاحب کے تراجم پر ذرا غور فرمائیں!

۱۔ آیت کے پہلے حصہ میں ”شیاطین نے کفر کیا“ کے ساتھ قوسین میں

”ہاروت وماروت“ کا اضافہ کیا اور بہت سے شیطانوں میں سے دو کو اپنی طرف سے

موسوم بھی کر دیا! حالانکہ قرآن نے تو ان شیطانوں کے ناموں کا ذکر قطعاً نہیں فرمایا

یہ تو مولوی موصوف کی صریح تحریف ہے۔

۲۔ قوسین میں ”محض ہاروت وماروت کی چالبازی تھی“ کا اضافہ کیا۔ قرآن

میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہ قرآن کی تحریف کی بدترین مثال ہے کیونکہ یہ الفاظ نہ تو قرآن میں ہیں اور نہ ہی متن سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

۳۔ پہلے ترجمے میں ”علی الملکین“ کے بعد وقف کیا گیا، قرآن میں یہاں وقف نہیں ہے۔ یہ موصوف کی تحریف اور تلیس ہے کیونکہ جہاں وقف نہ ہو وہاں وقف لانے یا وقف کی جگہ بدلنے سے جملہ کا مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ جیسے قرآن کی آیت ”ولا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سكارٰی...“ (النسا آیت ۴۳) اسکی بہت ہی بین مثال ہے۔ اگر ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ کے بعد وقف کر دیا جائے تو معنی الٹ جائیں گے اور قرآن کا کفر ہو جائے گا۔ مولوی صاحب کا یہاں یہی انداز ہے۔ کیونکہ انکا کام بغیر اس تحریف و تلیس کے چل ہی نہیں سکتا تھا۔

۴۔ ترجمہ میں موصوف نے اپنے مقصد کے لئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ”ہاں بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے ایک کا نام ہاروت تھا اور دوسرے کا نام ماروت تھا“ قرآن میں تو یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ یہ تو مولوی کی اختراع ہے اور خالص شیطانی عمل ہے۔

۵۔ پہلے ترجمہ میں ”انمانحن فتنۃ“ کا ترجمہ اس طرح ہے ”ہم تو فتنہ ہیں“ جبکہ دوسرے ترجمہ میں جو کہ ضمیمہ کے صفحہ ۸ پر ہے ”ہم تو خود بتلا ہیں۔“ یہاں لفظ بتلا موصوف کی اختراع ہے۔ کوئی پوچھے کہ آخر یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور کس لغت سے انہوں نے یہ گوہر نایاب برآمد کیا ہے۔ حالانکہ صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ ہم تو محض آزمائش ہیں۔ قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ ترجمہ میں جو الفاظ ٹھونسے گئے ہیں وہ نہ تو آیات کے متن میں ہیں اور نہ ہی احادیث صحیحہ سے ان کی تائید ہوتی ہے بلکہ یہ الفاظ موصوف نے اپنی طرف سے شامل کئے ہیں۔

اب قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ آیات قرآنی کے ترجمہ میں وہی ظالمانہ انداز و رویہ اختیار کیا گیا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

فويل للذين يكتبون الكتب بأيديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا... الخ“ (البقرة آیت ۷۹)

ترجمہ :- (علمائے یہود) اپنے ہاتھ سے (دینی احکامات) لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں تاکہ اس کے بدلے تھوڑا معاوضہ حاصل کر لیں۔ یہاں ایک اور چیز بھی قابل غور ہے : پہلے ترجمہ میں ”بابل“ کے لفظ کو ہاروت و ماروت کے ساتھ ملا کر اور جملہ کی عبارت (وما انزل علی الملکین) سے کاٹ کر ”بابل ہاروت و ماروت“ کا ترجمہ کیا تھا کہ ”ہاں بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے.....“ لیکن دوسرے ترجمے (ضمیمہ صفحہ ۸) میں ”بابل“ کو الملکین کے ساتھ ملا کر یہ ترجمہ کر دیا گیا ”نہ اتارا گیا دو فرشتوں پر شہر بابل میں“ یعنی یہاں صرف ”ہاروت و ماروت“ کو جملہ عبارت سے کاٹا گیا ان کو شیطانوں کے دو بڑے سردار بنانے کے لئے! موصوف کے دونوں ترجموں کا فرق ملاحظہ ہو۔ بابل میں موصوف کے بنائے ہوئے دو شیطانوں ہاروت و ماروت کی جگہ (یا ان کے ساتھ!) اب دو فرشتے بھی داخل کر دیئے گئے! اب تو صرف اتنی کسر باقی رہ گئی کہ تحریف کی بساط لپیٹ کر ہاروت و ماروت کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے (جس طرح کہ آیت میں فی الواقعہ ہے) تو موصوف کا ترجمہ یہ ہو جائے ”نہ اتارا گیا بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر“ پھر تو ان کا کھیل ہی ختم ہو جاتا ہے ہاروت و ماروت فرشتے ثابت ہو جاتے ہیں ”ماموصولہ“ کو ”مانافیہ“ لینے کے باوجود بھی قرآن کی یہ آیت ان کا ساتھ نہیں دیتی اور انکے باطل استدلال کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے

سچ ہے جھوٹ بولنے والے کا حافظہ باقی نہیں رہتا وقتاً فوقتاً ذہن میں اٹھنے والی لہریں شکوک و شبہات پھیلانے کا کام دیتی ہیں۔ ان کی تحریر پر معمولی غور و فکر سے موصوف کی فریب کاری کھل جاتی ہے۔ اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ احادیث صحیحہ کے انکار کا جواز پیدا کرنے کے مقصد سے انہوں نے جو آیات قرآنی کی تحریف کی ہے اور اپنے مطلب کے معنی پسنائے ہیں اس پر وہ اپنے آپ کو عند اللہ ماجور سمجھتے ہیں یا مقہور؟ موصوف رب ذوالجلال کے فرمان سے کیسے بے پرواہ ہیں

۱۔ ”فمن اظلم ممن كذب على الله و كذب بالصدق اذ جاءه اليس في جهنم مثوى للكافرين“ (الزمر-۳۲)

ترجمہ : اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے پاس آئی تو اسے جھٹلادیا۔ کیا ایسے لوگوں کے لئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں ہے؟

۲۔ ”ومن اظلم ممن كتم شهادة عنده من الله وما الله بغافل عما تعملون“ (البقرہ آیت ۱۴۰)

ترجمہ : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کے ذمہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

۳۔ ”فمن اظلم ممن كذب بايت الله و صدف عنها سنجزى الذين

يصدفون عن اياتنا سوء العذاب بما كانوا يصدفون“ (الانعام آیت ۱۵۸)

ترجمہ : تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرے اور (لوگوں کو) ان سے پھیرے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔

ذرا سوچئے کہ کسی انسان کو شیطان کہنا کتنی بڑی گالی تصور کی جاتی ہے، پھر فرشتوں کو شیطان بنا دینا تو یقیناً فرشتہ دشمنی کی بدترین مثال ہے۔ یاد رہے کہ انسانوں میں تو شیاطین الانس کا وجود ثابت ہے لیکن فرشتے تو اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے جیسا کہ بتا دیا گیا کہ لا یعصون اللہ ما امرهم..... (یعنی فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے.....)

قارئین! یہ انداز تو کسی ملحد، کافر یا منکر حدیث ہی کا ہو سکتا ہے ایک مومن جو فکر آخرت اور خوف و خشیت کے اوصاف کا حامل ہو ہرگز اتنا غیر محتاط، لاابالی اور بے لگام نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اللہ کی آیات میں الحاد کرے (آیات کے سیدھے معنی میں ٹیڑھ پیدا کرے، صاف اور سیدھے معنی چھوڑ کر غلط معنی کا جامہ پہنا کر خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے) اس کے کر توت اللہ سے پوشیدہ نہیں جیسا کہ حم السجدہ میں فرمایا :-

”ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا امن یلقى فی النار خیر امن ینانی
 أسنا یوم القیمة ○ اعملوا ما شئتم ○ انہماتعملون بصیر۔
 (حم السجدہ - ۴۰)

ترجمہ : جو لوگ ہماری آیتوں کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ (سوچو تو سہی کہ) جو شخص آگ میں ڈالا جائیگا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آئیگا؟ تم کرتے رہو جو چاہو بے شک اللہ تمہاری تمام حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔

کیا یہ مولوی مالک کائنات سے بے خوفی، بے باکی میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ رب ذوالجلال کی اس تنبیہ کو بھی فراموش کر بیٹھا :-

”من كان عدوا لله ومليکته ورسوله وجبریل ومیکال فان الله عدو للكفرین“
(البقرہ آیت نمبر ۹۸)

ترجمہ : جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل ومیکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

اب موصوف اپنی حیثیت وانجام کا تعین کر لیں۔ ”بعض“ کے کہنے سے فرشتوں کے ساتھ دشمنی کی روش اختیار کرنے کا وہی انجام ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے یہود کے لئے مقرر فرمایا ہے عیاذ باللہ!

لیکن ستم ظریفی تو یہ ہے کہ موصوف جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں (سب کچھ جانتے بوجھتے!) خود تو ہاروت وماروت کو شیطان بنایا اور داعی حق کی حیثیت سے پیش کر دکھایا اور ہم پر الزام کہ ہم نے ”فرشتوں کی شیطان کے ساتھ تمثیل کی“ (ضمیمہ صفحہ ۶)

قارئین جبل اللہ کی عبارت پر نظر ڈال لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے تو صرف قرآن کی آیت کا صحیح ترجمہ ہی بیان کیا ہے اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کیا (موصوف کی طرح!) شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

”وما یعلمان من احد.....“ (البقرہ آیت ۱۰۲)

ترجمہ : وہ (ہاروت وماروت) کسی کو بھی سحر نہ سکھاتے جب تک کہ اس پر واضح نہ کر دیتے کہ ہم تمہارے لئے فتنہ (آزمائش) ہیں، (اور یہ جادو کفر ہے) پس تو کفر نہ کر“

اب دیکھ لیجئے ان فرشتوں نے اللہ کی طرف سے تفویض کردہ اتمام حجت

کے ایک مشن کو پورا کیا، گمراہی کی طرف لپکنے والوں، سحر کے شائقین کو سخت اور دو ٹوک الفاظ میں متنبہ کر دیا کہ ”یہ عمل کفر ہے تم اس سے مجتنب رہو“
 ذرا سوچئے! یہ شیطانی کام ہو یا ایک ربانی منصوبہ! مولوی جب تک انکار حدیث کی عینک نہ اتارے اس اصول اور نص صریح کو نہ سمجھ سکے گا اور اسی طرح ہیر پھیر اور بھول بھلیوں میں غوطے کھاتا رہیگا۔

الاباذن اللہ

آگے ملاحظہ فرمائیں آیت نمبر ۱۰۲ کے اگلے حصہ ”وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ“ کو عجیب ہی معنی پہنائے گئے ہیں جو نہ سیاق و سباق کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ منشاء الہی سے ہم آہنگ ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں کوئی حامی ملا ہے تو وہ معتزلین، انکار حدیث کے علمبردار یا جدید آزاد خیال مفکرین جیسے ابوالکلام آزاد جو اپنی کتاب ”غبار خاطر“ میں سورہ الانعام کی آیت ”قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق“ پیش کر کے موسیقی کو بھی جائز قرار دیتے ہیں! یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنی تفسیر میں انسان کی تخلیق کو ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے تحت ثابت کر ڈالنے کی مذموم سعی کی ہے کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز.....

اس آیت کی تشریح و تاویل میں بھی مولوی موصوف نے علمی دلائل کی بجائے مولویانہ فنکاری کے نمونے پیش کئے ہیں اور ہیر پھیر کے ذریعہ یہ باور کرائیگی ناکام کوشش کی ہے کہ جل اللہ میں جو معنی بیان کئے گئے ہیں اس سے بے شمار آیات کی تردید ہوتی ہے، معاذ اللہ۔ اس فریب کاری کا جائزہ پیش کرنے سے قبل

یہ دیکھ لینا مناسب ہوگا کہ الالبازن اللہ کے معنی کیا ہیں۔

قارئین لفظ ”الا“ کے معنی ہیں ”مگر“ یا ”سوائے“۔ یہ کلمہ استثناء یا حصر کے طور پر استعمال ہوتا ہے (حصر کے معنی ہیں گھیرنا یا محصور کرنا۔ یہ عموماً جملہ میں زور پیدا کرنے کے لئے مستعمل ہے)۔ عموماً مثبت فقروں میں ”الا“ استثناء کے لئے استعمال ہوتا ہے اور منفی فقروں میں حصر کے لئے۔ مثال کے طور پر ہم کہیں ”سب لوگ باہر چلے جائیں سوائے فلاں شخص کے“ یہ استثناء کی مثال ہے، سب کو باہر جانے کی اجازت ملی سوائے ایک شخص کے جو مستثنیٰ ہوا۔ حصر کے لئے کثیر الاستعمال کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ لا الہ الا اللہ میں الا کے ذریعہ حصر کیا گیا یعنی بتایا گیا کہ الہ (معبود) صرف اور صرف اللہ ہی ہے کوئی اور نہیں۔ اسی طرح..... ”فلا کاشف لہ الا هو“..... بھی حصر کی مثال ہے۔ فرمایا کہ اللہ مصیبت میں ڈالے تو کوئی بھی مصیبت دور نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے، یعنی کاشف الضر صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ کوئی فقرہ جب استثناء (الا) کے ساتھ ہو تو بالاستثناء یا مشروط ہوتا ہے اور بغیر استثناء (یعنی بغیر الا کے) ہو تو مطلق اثبات یا انکار ہوتا ہے چنانچہ یہ دونوں مثالیں انکار بالاستثناء کی ہیں (مطلق انکار نہیں) ان میں اگر کلمہ استثناء ”الا“ نہ ہو تو یہ مطلق انکار ہوگا جو ایک طرح کا الحاد ہو جائیگا اور امر واقعہ کا صریح انکار۔ قرآن میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

قارئین! ہم نے طویل بحث کو مختصر اور آسان الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔ اس سے آیت کے معنی سمجھنے میں انشاء اللہ آسانی ہو جائیگی۔ پہلے ہم آیت کا لفظی ترجمہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو :-

وماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ :- وہ اس (سحر) کے ذریعہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

صاف ظاہر ہے کہ سلسلہ کلام سحر کے تعلق سے ہے اور ”بہ“ کی نسبت سحر کے ساتھ ہے۔ مزید یہ کہ ”وماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ“ میں سحر کی تاثیر کا مطلق انکار نہیں کیا گیا بلکہ ”انکار بالا استثناء“ ہے جو حصر کے معنی میں ہے۔ بالفظ دیگر بتایا گیا ہے کہ سحر کی تاثیر صرف اور صرف اذن اللہ ہی پر منحصر ہے یعنی بغیر اذن اللہ یہ تاثیر کا عدم باذن اللہ موجود۔ کائنات کا پورا نظام اذن اللہ کے اسی قانون کا پابند ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ سطور میں سامنے آئے گی۔ اس کے برعکس موصوف کا یہ فرمانا کہ ”وماہم بضارین بہ من احد“ میں عام قانون بیان کیا اور الا باذن اللہ میں اپنی قدرت کو بیان کیا“ (ضمیمہ صفحہ ۲) یہ تلیس اور کتمان حق کرنے اور امر واقعہ کو جھٹلانے کی مذموم کوشش ہے۔ موصوف نے آیت کے اس حصہ کو پچھلی آیت کے سلسلہ اور ربط سے علیحدہ کر کے مبہم تاویل کر ڈالی۔ آیت کا مطلب صاف ہے اور اس میں تاویل کی کوئی کنجائش نہیں کہ جس طرح کائنات کا پورا نظام اذن اللہ پر منحصر ہے بالکل اس طرح سحر کے ذریعہ مضرت رہ سانی کا دار و مدار بھی اذن اللہ پر ہے۔ اب قارئین خود غور فرمائیں کہ آیت کے یہ معنی اور تشریح تو سلسلہ کلام اور سیاق و سباق کے عین مطابق ہے اور تقریباً ہر مترجم و مفسر نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ اس میں نہ تو ادھر ادھر کی کوئی تاویل کی گئی ہے اور نہ کسی لفظ کو کوئی غیر معروف معنی پہنائے گئے ہیں۔ اس کے برعکس بشیر احمد صاحب نے اپنے مضمون و ضمیمہ میں سیاق و سباق سے ہٹا کر تاثیر سحر کی مطلق نفی کرنے کی کوشش کی ہے یعنی کلمہ استثناء الا کو سلسلہ کلام سے حذف کر کے

”انکار بالاستثنا“ کو ”انکار مطلق“ میں بدل دیا ہے۔ یہ کتمان حق ہے اور تحریف قرآن ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ”سحر کا اثر باذن اللہ تسلیم کرنے سے سینکڑوں آیات قرآنی کی تکذیب و تردید ہوتی ہے۔ (ضمیمہ صفحہ ۲)

ماشاء اللہ کیا عالمانہ و محققانہ شان ہے! ہم پہلے تو یہ عرض کریں گے کہ ان کا یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے اور سراسر باطل اور امر واقعہ کو جھٹلانے کے مترادف۔ اس کا ہم انشاء اللہ مزید ثبوت پیش کریں گے۔ البتہ یہاں یہ ضرور کہیں گے کہ اگر یہ مولوی انکار حدیث کی عینک اتار دیں تو پوری آیت کے معنی بیان کرنے کے لئے نہ تو اس محکم آیت کی غیر ضروری تاویل کرنا پڑے گی اور نہ تحریف اور نہ آیت کو توڑ کر ایک حصہ کو قرآن کی دوسری آیات کے ساتھ ملانا پڑے گا جو اس وقت یہ محض اپنی ضرورت کے تحت کر رہے ہیں بلکہ ہمارے بیان کئے ہوئے معنی جو تقریباً تمام ہی مترجمین و مفسرین نے اختیار کئے ہیں (سوائے معتزلین و منکرین حدیث کے) وہ ان کو دیگر آیات کے مطابق ہی نظر آئیں گے۔ موصوف نے ضمیمہ کے صفحہ ۱۰ پر ہمارے بارے میں جو فرمایا ہے کہ ہم نے آیت کے یہ معنی محض ضد کی وجہ سے اختیار کئے ہیں تو موصوف کا یہ الزام بھی قطعاً بے بنیاد ہے جو فی الحقیقت موصوف نے یوم التغابن اور سوء حساب سے بے خوف ہو کر عائد کر دیا ہے۔ کاش موصوف اپنے نفس لوامہ کی آواز سن پائیں تو ان کو یاد آجائے گا کہ کچھ عرصہ قبل تک تو وہ بھی یہی معنی کرتے رہے تھے۔ کیا یہ صحیح نہیں؟ پھر یہ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ضدی وہٹ دھرم مولوی موصوف ٹھہرے یا ہم! اب یہ اور بات ہے کہ پڑی سے اترنے کے بعد تو رنگ جہاں ہی بدل گیا، غلط صحیح ہو گیا اور صحیح غلط!

قبول حق مشیت الہی کے ساتھ مشروط

موصوف کی فریب کاری کی انتہا ملاحظہ ہو کہ جب اللہ والوں کی مماثلت کی جارہی ہے حیات و سماع کے قائلین کے ساتھ کہ

”وہ اس آیت کے ذریعے ان اللہ بسمع من يشاء وما انت بمسمع من في القبور“
مردوں کے سماع کو اللہ کی مشیت کے ساتھ مشروط قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان اللہ بسمع من يشاء میں قدرت کو بیان کیا اور وما انت بمسمع من عام قانون بیان کیا“
(ضمیمہ صفحہ ۲)

یہاں تو مولوی صاحب اپنی احمقانہ فریب کاری کے جال میں خود ہی پھنس گئے۔ یہی دلیل تو مشرک فرقہ پرست مردوں کے سماع کے نظریہ کے دفاع میں پیش کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے قانون قدرت کا انکار کرتے ہو کیا وہ مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ ہم انکو جواب دیتے ہیں اللہ چاہے تو بے شک سنا سکتا ہے اسکا انکار نہیں، لیکن اللہ کا بنایا ہوا قانون یہی ہے کہ مردے نہیں سن سکتے۔ ان فرقہ پرستوں کی طرح موصوف نے بھی یہ تشریح سیاق و سباق سے صرف نظر کرتے ہوئے کی ہے اور قانون قدرت کے اصول کا بے محل سہارا لیا ہے۔

قارئین غور فرمائیں کہ یہاں زندوں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین مردوں ہی کی طرح ہیں کیونکہ اللہ کے قانون کے مطابق مردے نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں، اسی طرح یہ مشرکین بھی دعوت حق کو قبول کرنا تو کجا اسکو سننے کیلئے بھی تیار نہیں، البتہ اللہ جسکو چاہے سنا دے یعنی دعوت حق کی طرف مائل فرما دے۔ یہاں پر ”ان اللہ بسمع من يشاء“ کا یہی مفہوم ہے۔ بالفاظ دیگر قبول حق مشیت الہی کے تابع اور

اسی کے ساتھ شرط ہے۔

اب آئیے الا باذن اللہ کی مزید تحقیق کی طرف۔ قرآن میں انکار یا نفی کے ساتھ یہ کلمہ استثناء ”الا“ بے شمار جگہ استعمال ہوا ہے۔ آیت الکرسی میں ”الا باذنه“ لا کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی شفاعت نہ کر سکے گا بغیر اللہ کے اذن (حکم و اجازت) کے۔ سورہ نباء میں فرمایا کہ جب بارگاہ رب ذی الجلال میں فرشتے صف بستہ ہونگے تو کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمن اذن فرمائے اور وہ صحیح بات ہی کہے گا۔ اسی طرح سورہ تکویر و سورہ دہر میں ”وما تشائون الا ان يشاء الله“ کے ذریعہ انساں کی چاہت و خواہش کو اللہ کی مشیت پر منحصر کر دیا گیا۔ ان آیات میں ”الا“ انکار کے ساتھ استثناء مع الحصر کا عمل کر رہا ہے یعنی اختیار کل اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے اور اس میں کوئی بھی کلی یا جزوی طور سے شریک نہیں۔ اب موصوف ان آیات میں بھی اپنا الا باذن اللہ کا ترجمہ والا اصول استعمال کریں یعنی ”من ذا الذي يشفع عنده“ میں عام قانون بیان کیا گیا ہے اور الا باذنه میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی اسی طرح ”وما تشائون“ میں عام قانون بیان کیا گیا اور ”الا ان يشاء الله“ میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے۔ ثابت ہوا کہ موصوف کی دلیل بے بنیاد ہے۔

ذرا غور فرمائیں! انسان کو اللہ تعالیٰ نے امتحان کے مقصد سے خلق فرمایا، اس کو سمیع و بصیر بنایا، راستہ دکھایا اور بندگی و شکر گزرا ی یا کفر کی روش اختیار کرنے کی آزادی عطا فرمائی (سورہ دہر)۔ خیر کے طلبگار اور جنت کے سچے آرزو مند کے لئے توفیق احسن اور شر کا ذوق رکھنے والے کے لئے مہلت و چھوٹ کا اعلان بھی فرمادیا۔ ”توفیق خیر“ اور ”مہلت شر“ دراصل امتحان کے لئے آزادی و اختیار

دینے کی حکمت و منصوبہ کا ہی حصہ ہے اور توفیق و مہلت دونوں پہلو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کے تابع اور اسی پر منحصر ہیں، نہ کسی سے عمل خیر کا ارتکاب ہو سکتا ہے بغیر اللہ کی توفیق کے اور نہ ہی کوئی امر شر ممکن ہے بغیر رب کی مہلت کے۔ بالفاظ دیگر توفیق احسن اور محدود مہلت و چھوٹ کا اثبات و اعلان ”الاباذن اللہ“ اور ”الا ان یشاء اللہ“ میں مضمون ہے اور قرآن کی بے شمار آیات اس کو ثابت کرتی ہیں۔ اذن و مشیت الہی کا مفہوم اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ سحر بھی شر الامور میں سے ہے اور بلاشبہ بدترین امر شر ہے۔ اس امر شر یعنی سحر کو بھی اسی طرح مہلت و چھوٹ ہے جس طرح دیگر شر الامور کو اور اس کا ارتکاب بھی بغیر اذن اللہ کے ناممکن اور اذن اللہ کے ساتھ ممکن ہے۔ اب تو بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ آیت کے معنی ”الاباذن اللہ“ کے ساتھ بالکل درست ہیں اور متعلقہ قرآنی آیت سے ہم آہنگ ہیں، انکو کسی طرح بھی ان کلمات سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسئلہ پر آئندہ صفحات میں مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

نافع و ضار۔ محدود و محدود کی بحث

اب موصوف ذرا اپنے موقف پر نظر ڈالیں جس کا اظہار ضمیمہ کے صفحہ ۲

پر کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”اب اگر جادوگر کو نافع و ضار اللہ کی مشیت و اذن اور وقتی طور پر دیئے

ہوئے اختیار کو تسلیم کر لیا جائے تو ان آیات اور اس مفہوم کی سینکڑوں آیات کی

تکذیب و تکفیر ہوتی ہے اور اور تضاد پیدا ہوتا ہے.....“ (ضمیمہ صفحہ ۲)

مولوی صاحب! اپنے الفاظ پر غور تو کریں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ سحر کی تاثیر

باذن اللہ ماننے سے ساحر نافع و ضار کیسے ہو گیا؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے امتحانی منصوبہ کے تحت جو مہلت و چھوٹ دی ہے اس اصول سے صرف نظر کر کے موصوف ایسے بھٹکے ہیں کہ قرآنی آیات کی من مانی تاویل کرنے اور حقائق کو جھٹلانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ غور کیجئے! اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے کوئی کسی کو فائدہ پہنچادے یا دی ہوئی چھوٹ کے تحت کوئی تخریب کار کسی کو نقصان پہنچادے تو کیا اس کو نافع یا ضار کہا جائے گا؟ پھر تو ڈاکٹر سائنس دان بڑے نافع و ضار ہوئے!۔ ڈاکٹر کے علاج سے مریض کو فائدہ ہوتا ہے چنانچہ مریض ڈاکٹر کے پاس دوڑ دوڑ کے جاتے ہیں۔ سائنس دان اور ماہر ٹکنالوجی بم و میزائل کے ذریعہ تباہ کاری کا باعث بن سکتا ہے تو ان کے استدلال کے مطابق تو یہ سب ہی نافع و ضار ہو گئے، کلی نہ نہیں جزوی و وقتی ہی سہی۔ آپ نے دیکھا! یہاں موصوف کی انکار حدیث کی بنیاد پر اٹھنے والی اس جاہلانہ منطق کی یہ عمارت منہدم ہو جاتی ہے، یعنی یا تو لا محدود چھوٹ اور اختیارات کو بھی مانو ورنہ چھوٹ اور مہلت کے اصول کو رد کرو اور نص قرآنی کا صریح انکار کر کے حقیقت کو یکسر جھٹلا دو! معاذ اللہ۔ یہاں اس امر کی نشاندہی کرنا بھی مناسب ہو گا کہ ابن کثیر تو ایسی تفسیر ہے جس میں رطب و یابس کی بھرمار ہے، صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف و موضوع روایات اور ہر فکر کے مفسرین کے اقوال اس میں موجود ہیں۔ کتب تفسیر یا دیگر کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے انسان نصوص قطعہ کا خیال و لحاظ رکھے تو صحیح پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اغلاط سے گذر جائے گا لیکن موصوف نے تو انکار حدیث کی عینک لگا کر ہی اس کا مطالعہ

کیا ہے۔ چنانچہ ان کو صرف اور صرف اپنے مطلب کی چیزیں ہی نظر آئیں اور موقف۔۔۔ خلاف باتیں نظر نہ آئیں لہذا۔۔۔ اپنے ”ذوق سلیم“ کے مطابق بعض کو لیا اور بعض کو چھان دیا۔ اس عینک سے جہاں موصوف کو معتزلہ اور آزاد خیال مفکرین کے اقوال نظر آگئے اور ساتھ ہی رومانوی و افسانوی عورتوں والے اور انسانوں کو گدھا بنانے والے گمراہ کن اقوال بھی نظر سے او جھل نہ ہوئے، وہاں ان کو اعتدال کی راہ اختیار کرنے والے محتاط مفسرین و محدثین کے اقوال جو نصوص شرعیہ و قطعیہ کے عین مطابق تھے وہ نظر نہ آئے۔ یہ دراصل انکا نہیں بلکہ اس عینک کا قصور ہے!

اگر موصوف اس چھان پھٹک میں نصوص قرآن ہی کو ملحوظ رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا آفاقی اصول مہلت برائے امتحان ان کے پیش نظر ہوتا تو ان کو صحیح موقف کو اپنانے کا موقعہ ملتا، پھر ان کو اس طرح قرآن کی ظالمانہ تحریف نہ کرنا پڑتی۔ لہذا ہم مولوی موصوف پر زور دیں گے کہ چھچھورے پن اور سطحیت بنی کی روش چھوڑ کر ذرا سنجیدگی سے مسئلہ پر غور کریں۔ سورہ دہر میں جہاں اللہ تعالیٰ۔۔۔ فرمایا کہ

”وما تشاءون الا ان يشاء الله“

(تم نہ چاہو گے جب تک اللہ نہ چاہے)

وہاں یہ بھی واضح فرمادیا:

”ان الله كان عليما حكیما“

(بے شک اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے)

یہاں ایک طرف تو یہ بتایا گیا کہ ہدایت و گمراہی کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے یعنی رب کریم کی مشیت کے تحت ہدایت کے سچے طلب گار کو ہی ہدایت ملتی ہے اور گمراہی کا ذوق رکھنے والے کو بھٹک جانے کی چھوٹ۔ نہ تو ہدایت کسی پر ٹھونسی جاتی ہے اور نہ گمراہی کی طرف کسی کو دھکیلا جاتا ہے۔

اس سے مشیت کا مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ واضح کی گئی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت پر مبنی نظام کے تحت ہے۔ بہر حال اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہونا چاہئے کہ محدود آزادی، اختیار اور چھوٹ دینے سے کوئی نافع و ضار نہیں ہوا کرتا۔ یہ محض خام خیالی اور خود فریبی ہے۔ مزید وضاحت کے لئے چند اور مثالوں پر بھی غور فرمائیں:-

ڈاکٹر دوا دے کر علاج تو کر سکتا ہے لیکن شفاء نہیں ہوتی۔ الا باذن اللہ۔

آگ بجلا نہیں سکتی، زہر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ الا باذن اللہ

دیکھئے شدید مرض میں مبتلا مریض مختلف ڈاکٹروں کے پاس گھومتا رہتا ہے

لیکن شفا اللہ کے اذن سے اسی دوا سے اور اسی وقت ہوتی ہے جس سے اور جب اللہ نے مقدر فرمادیا ہے۔ سائنس دان اور ماہرین ٹیکنالوجی انسانی منفعت و مضرت کے لئے تحقیق تو کر سکتے ہیں لیکن (کسی ایک حد تک بھی) وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ الا باذن اللہ۔

ثابت ہوا کہ ڈاکٹر، سائنس دان و انجینئر کو چھوٹ اور مہلت عمل محدود

وائر اختیار میں عطا کی گئی لیکن وہ نافع و ضار ہرگز نہیں۔ الغرض اللہ پر ایمان

رکھنے والا زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و ضار سمجھتا ہے کسی اور کو نہیں، جو کسی اور کو بھی سمجھے وہ کافر و مشرک ٹھہرا۔ پھر یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منفعت و مضرت کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع یا نقصان کے لا محدود اسباب عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حامل اسباب کو نافع و ضار قرار دیا بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے تابع رکھا۔ مولوی موصوف نے ”مشیت محدود و غیر محدود اور عام و خاص“ کا احمقانہ شوشہ چھوڑا ہے (ضمیمہ صفحہ ۳) کیا مولوی قرآن و حدیث سے اتنا بے بہرہ ہے کہ یہ بنیادی بات بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات لا محدود ہیں۔ اس کی مشیت لا محدود۔ اختیارات، قدرت، حکمت الغرض ہر صفت ربانی لا محدود۔ اس کے برعکس جن و انس کے ذرائع محدود وسائل، آزادی و اختیار، مہلت و چھوٹ غرض یہ کہ جن و انس کو عطا کردہ ہر چیز محدود ہے کوئی چیز لا محدود نہیں سحر کی تاثیر لا محدود مشیت ربانی کے تابع ضرور ہے لیکن یہ نہ تو لا محدود ہے اور نہ عام۔

بہر نوع، یہ تو مادی دائرہ کار یا عالم اسباب کے مشاہدات و قوانین ہیں جن سے شاید موصوف انکار نہ کر سکیں۔ ان سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ خیر و شر کے جو مظاہرات مختلف شکلوں میں عالم اسباب میں نظر آتے ہیں وہ خیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور شر کے لئے مہلت کے حکیمانہ نظام کے تحت ہی ہیں۔ شر کے لئے یہ چھوٹ کا قانون نہ ہوتا تو عادل حقیقی کی کائنات میں اس زمین پر یہ ظلم و جور کے محاذ نہ کھلے ہوتے، قتل و غارت گری، لوٹ مار، آبروریزی اور خون

خرابہ کا بازار گرم نہ ہوتا، ایٹم و میزائل ہیرو شمانا گاسا کی اور دوسری اللہ کی آباد کی ہوئی بستیوں کو تباہ نہ کر پاتے۔ اور فرعون بنی اسرائیل کو بڑی تعداد میں قتل نہ کروا سکتا جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے ”بذبحون ابناء کم و نستحیون نساء کم و لى ذالکم ہلاء من ربکم عظیم“۔ (البقرہ آیت ۴۹)

ترجمہ:- ”وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اس میں تمہارے رب کی طرف سے شدید آزمائش تھی۔“

اور سب سے بڑھ کر، کفر و شرک کا یہ دور دورہ اللہ کی زمین پر نہ ہونا۔ رب ذوالجلال کا محض ارادہ ہی ان تمام شیاطین الانس کو ایک لمحہ میں سیدھا کر دیتا۔

در اصل یہ مہلت رب ذوالجلال کے اس آفاقی منصوبے اور فیصلہ کا حصہ ہے جس کا ذکر قرآن میں آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے واقعہ کی شکل میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجر میں

”فانک من المنظرین“..... (الحجر آیات ۳۷)

(ترجمہ:- تو تجھے مہلت ہے)

کے الفاظ میں قیامت تک کے لئے شیطانی عمل کو مہلت دی گئی۔ لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابلیس لوگوں کو گمراہ کرنے کے عزم و ارادہ کا اظہار تو کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اپنی اس بے بسی کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ ”میں تیرے مخلص بندوں کو نہ بہکا سکوں گا۔“ قرآن کے الفاظ ہیں۔

”الا عبادک منهم المخلصین“ (سوائے تیرے مخلص بندوں

کے).... (الحجر آیت ۴۰)

اللہ تعالیٰ بھی اسکو جتلاتا ہے کہ

”بلاشبہ میرے (سچے) بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا، تیرا زور تو ان (گمراہی کا

ذوق رکھنے والوں پر) ہی چل سکے گا جو تیری پیروی کریں..... (الحجر آیت ۴۲)

دیکھئے سورہ الحجر کی آیت (۳۶-۴۲) میں جہاں اس منصوبہ ربانی کا جامع

انداز میں ذکر فرمایا گیا ہے، وہاں شرکی حدود کا بھی تعین فرمایا گیا۔ یعنی شیطان کو

لامحدود چھوٹ نہیں دی گئی، اسکا دائرہ کار شرکی طرف رغبت رکھنے والوں تک ہی

محدود ہے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل (آیت ۶۲ تا ۶۵) میں اس مسئلہ یعنی

مہلت شرک کو بالتفصیل واضح فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابلیس اور دیگر شیاطین الجن

کا دائرہ کار غیر مادی، غیر حسی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر مادی عالم اسباب

(یا دائرہ کار) میں بھی اسی طرح محدود چھوٹ دی گئی ہے جس طرح مادی یا حسی عالم

اسباب میں۔ اس کا انکار کرنے والا قرآن کی بے شمار آیات اور احادیث صحیحہ کا

منکر اور نصوص قطعہ کا کافر ٹھہرے گا۔ اب بھی اگر موصوف محدود چھوٹ برائے

شرک کے لئے دلیل طلب کریں تو پھر ان سے زیادہ ہٹ دھرم کون ہوگا؟

الغرض، اسی محدود دائرہ کار کے تحت شیاطین الانس میں ساحروں کو بھی کچھ

چھوٹ ملی ہوئی ہے لیکن وہ بھی مشیت الہی اور اذان اللہ کے قانون میں جکڑے

ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک جادوگر ہزار جادو کرے لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں

ہو سکتا الا باذن اللہ۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ تمام عوامل اللہ تعالیٰ کے امتحانی منصوبہ کا حصہ ہیں۔ اصل میں مشکل یہ ہے کہ انکار حدیث کا نشہ جو مولوی موصوف کے قلب و ذہن پر طاری ہو گیا ہے اس نے موصوف کو بالکل ہی اندھا کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں قرآن و صحیح حدیث میں جو کچھ ان کے موقف سے متصادم ہو اسکو موصوف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے ورنہ غیر مادی دائرہ کار میں شر کے لئے مہلت و چھوٹ کی تصدیق کرنے والی بے شمار قرآنی آیات اور صحیحین کی روایات مل سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر مسلم کی ایک روایت ملاحظہ ہو:-

”جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کریں۔ اس سے مقرب ترین وہ ہوتا ہے جو زیادہ سے زیادہ فتنہ انگیز ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ نہ کیا۔ پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہ چھوڑا جب تک کہ اسکے اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی نہ کرادی۔ ابلیس اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے تم بہت اچھے ہو (اعمش کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ وہ اسکو گلے لگا لیتا ہے“ (مسلم)

اب مولوی موصوف غور فرمائیں! کیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے چیلوں میں سے شیاطین الجن کو چھوٹ دی ہے کہ وہ میاں بیوی میں افتراق کی کوشش کریں اور اللہ کے اذن و مشیت سے انہیں کبھی کامیابی بھی ہوتی ہے جیسا کہ درج بالا

حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر شیاطین الجن کے لئے اصول مہلت تسلیم ہے تو شیاطین الانس کے لئے انکار کیوں؟ موصوف کی پریشانی خیالی ملاحظہ ہو، ضمیمہ میں فرماتے ہیں:-

”یہودی جادو کے ذریعہ میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتے تھے کیا یہ محدود اثر ہے کیا یہ نفسیاتی اثر ہے کیا یہ وقتی اثر ہے کہ دونوں کے درمیان طلاق ہو گئی“
(ضمیمہ صفحہ ۳)

ہم موصوف کو مشورہ دیں گے کہ اپنے ذہن و خیال کے کل پرزے درست کر لیں، انکار حدیث کی عینک اتار دیں تب ہی ان کو حق نظر آئے گا۔ شر کے محدود اثرات کے بارے میں تو پچھلے صفحات میں دلائل کے انبار لگا دیئے گئے ہیں اور اس کے محدود اثرات کے وجود کو ناقابل تردید دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے، یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، دوسرے یہ کہ ہم نے سحر کے اثرات کو نفسیاتی اس لئے کہا ہے کہ قرآن میں اور صحیحین کی روایات میں ”بخیل الیہا“ کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر سحر کے اثر کے لئے یہی الفاظ استعمال ہوئے جس کی جبل اللہ میں پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کے واقعہ کی صحیح روایات میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ الغرض قرآن و حدیث سے خیالات کی حد تک ہی اثر اندازی کا ثبوت ملتا ہے (ٹی۔ بی، کینسر، دمہ وغیرہ کا کوئی ثبوت نہیں) اور اسی کو نفسیاتی اثر کہا جاتا ہے۔ اور ہم دلائل کے دائرہ کو قرآن و حدیث تک ہی محدود رکھتے ہیں اور ”بعض، بعض“ کے اقوال کو

قرآن و حدیث پر مسلط نہیں ہونے دیتے۔ مومن کے لئے قرآن و حدیث ہی حجت ہے۔ اب موصوف جتنا چاہیں ”بخیل الیہ“ کے معنی و مفہوم کا کھینچ تان کرتے رہیں۔ موصوف کے انداز کو سفیانہ کہا جائے تو ناگوار ہوتا ہے، اب ان کی قیہانہ شان بھی ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں ”یہ وقتی اثر ہے کہ دونوں میں طلاق ہو گئی“ گویا کہ موصوف کے نزدیک کسی وقتی اثر سے طلاق بعید از امکان ہے۔ کیا ان کو یہ نہیں معلوم کہ وقتی طور سے غصہ کی شدت میں اکثر تین مرتبہ طلاق دے دی جاتی ہے، طلاق تو ہو جاتی ہے لیکن غصہ کرنے والا وقتی حماقت پر ندامت کا شکار ہوتا ہے۔ غصہ وقتی ہوتا ہے لیکن اسکا اثر طلاق کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ موصوف کو چاہئے قرآن و حدیث کے معاملہ میں شوٹے چھوڑنے اور باطل کو طمع سازی و رنگ آمیزی کے ذریعہ حق میں گمراہ کرنے کی روش سے باز آجائیں۔ ذرا سوچیں کہ قرآن کے صحیح مفہوم سے روگردانی کے نتیجہ میں کہاں تک صحیحین کی روایت کا یکے بعد دیگرے انکار کرتے رہیں گے۔ ہم ان کی رہنمائی کے لئے ایک اور صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:-

ان الشیطن یجری من الانسان مجری الدم..... (بخاری مسلم)

یعنی شیطان انسان کی رگ و پے میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی قرآنی آیات اور دیگر صحیح روایات کی طرح شیطانی و سوسہ

اندازی کا اثبات کرتی ہے۔ جس طرح سورۃ الناس میں ان دوسوسوں کے شر سے

اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا انداز سکھایا گیا بالکل اسی طرح سورۃ الفلق میں
 نفاثات فی العقد کی شکل میں سحر کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی اب ذرا غور
 کرنے کی بات ہے کہ قرآن و حدیث تو شیاطین کی وسوسہ اندازی اور انسانی
 معاملات پر اثر ڈالنے کے مسئلہ کو کثرت سے بیان کرتے ہیں تو کیا موصوف کے نقطہ
 نظر سے یہ دائرہ کار محدود ہے یا لامحدود؟ اگر موصوف ذرا اس مسئلہ پر ہی غور
 کر لیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس موقف کو تسلیم کرنے میں کوئی
 دشواری نہ ہوگی۔ شیاطین کو دی گئی یہ چھوٹ اگر لامحدود یا مطلق و قطعی ہوتی تو
 انسان تو اس کے مقابلہ میں بے بس و بے اختیار ہی ہوتا، پھر امتحان کیسا؟ الغرض یہ
 بات بے شمار آیات قرآنی و احادیث صحیحہ پر مبنی دلائل سے مسلمہ طور پر پایہ ثبوت
 کو پہنچی کہ شیاطین الانس و الجن کو مادی و غیر مادی دائرہ کار میں بنی نوع انسان کو ایذا
 رسانی اور گمراہ کرنے کی جو مہلت عمل اور چھوٹ ملی ہے اسکا دائرہ کار محدود ہے،
 لامحدود ہرگز نہیں۔ لہذا ہم پھر عرض کریں گے کہ اگر ضد و ہٹ دھرمی کی روش
 ترک کی جائے تو اس موقف کو تسلیم کرنے میں کوئی بھی عذر مانع نہیں رہتا کہ سحر
 بھی شرالامور میں سے ہے اور اسکی تاثیر یا ذن اللہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے
 اور یہ بالیقین محدود ہے، لامحدود ہرگز نہیں۔ موصوف اس پر بھی غور فرمائیں کہ
 پرویزی و قادیانی فرقوں نے پہلے تو عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے نظریے کا
 انکار کیا پھر قرآنی آیات کو اپنے نظریہ کے دفاع کے لئے مطلوبہ معنی کا جامعہ پھنایا
 اور اس کے بعد درجنوں احادیث کو (جن میں خاصی بڑی تعداد صحیحین کی ہے)

قرآن کے خلاف قرار دیکر ان کا انکار کر دیا۔ کیا موصوف بھی اسی روش پر گامزن ہیں؟ موصوف کو چاہئے پہلے قرآن کے معنی و مفہوم صحیح حدیث کے مطابق اختیار کریں پھر دیکھیں کہ کونسی آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ غلط عینک لگاؤ گے تو سب غلط نظر آئے گا۔

کیا شرکے وجود و اثرات کا اثبات اس کو برحق ماننے کا اقرار ہے؟

مصدق السحر کی بحث

مندرجہ بالا سطور میں خیر و شر کو خلق فرمانے اور اسکے ذریعہ جن وانس کو امتحان میں ڈالنے کے منصوبہ ربانی کا مختصر خلاصہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا۔ موصوف کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پہلو پر کما حقہ غور نہیں کیا یا اس کے بارے میں وہ شک میں مبتلا ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، ورنہ اتنے اہم مسئلہ سے صرف نظر کر کے ایسے سطحی نوعیت کے بے تکیے شوشے چھوڑنے کی نوبت شاید نہ آتی جن سے ان کے کتابچے بھرے پڑے ہیں۔ بہر نوع ان کی علمی خیانت اور آنکھ میں دھول جھونکنے کی کوشش کے کچھ اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:- ضمیمہ کے صفحہ پر سرخی جمائی ہے: ”جادو کی تاثیر سچ ہے“ حق ہے۔ ”یہ سرخی جما کر اس فریب کار نے یہ غلط تاثیر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جبل اللہ کے مضمون میں گویا سحر کے سچ یا حق ہونے کا موقف پیش کیا گیا ہے“ پھر اسکے فوراً بعد صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۱ وغیرہ کی کچھ سطور نقل کر دی ہیں گویا کہ یہ سطور ثبوت ہیں ان کے مزعومہ اتمام کا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان اقتباسات میں سے کسی میں بھی ”سحر سچ ہے“ یا ”حق ہے“ کے الفاظ نہیں اور نہ ہی جبل اللہ کے مضمون میں کسی جگہ یہ الفاظ

میں گے نہ کسی عبارت سے یہ نتیجہ یا مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے بلکہ پیش کردہ اصولی موقف کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ایک فنکار مولوی کی طرح موصوف نے مدنی عبارت کو توڑ مروڑ کے ان کو اپنے الفاظ کا جامعہ پہنا کر بغیر رائی کے پہاڑ بنا کھڑا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ قارئین! جہل اللہ کے مضمون میں اس مسئلہ پر تنظیم کا موقف قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی زبان میں واضح کر دیا گیا تھا اور اب پھر اسکا اعادہ ان دو ٹوک الفاظ میں کیا جاتا ہے کہ ہم اس عقیدہ و موقف سے (یعنی سحر کو سچ و حق ماننے سے) برات و بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والے یعنی سحر کو سچ و حق ماننے والے کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ الحمد للہ، ہم اس مولوی کی طرح الفاظ کے استعمال میں غیر محتاط یا بے لگام بھی نہیں کہ ہمیں بار بار الفاظ یا موقف بدلنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شیطانی شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ سحر کو سچ یا حق ماننے کے معنی تو یہ ہیں کہ کوئی عمل سحر کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھے، اس کے کرنے اور کرانے کو درست سمجھے، اسکو گناہ نہ سمجھے بلکہ کار خیر ہی سمجھے اور سحر کرنے و کرانے والے کو جہنمی قرار نہ دے بلکہ اسکے ساتھ راہ و ربط رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”من اتى كاهنا فصدق بهما بقول فقد كفر بما انزل على محمد“ (ابوداؤد)

یعنی جو کاهن کے پاس جائے اور پھر اسکے قول کی تصدیق کرے یعنی اسکے

قول و علم کو سچ کہے اس نے محمد پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

ایک سچا مومن تو ساحر و کاهن کے قول و عمل کو کفر سمجھتا ہے، اس سے قطعاً

برات و بیزاری کا اعلان کرتا ہے، وہ بھلا اس سے انیسیت کا اظہار اور اسکی تصدیق

کرے گا یا اس کے کفرانہ و مشرکانہ قول و عمل اور گمراہی کی روش سے بیزاری و

نفرت کا اظہار و اعلان کرے گا!

قارئین! ہم نے جبل اللہ کے مضمون اور اس تحریر میں قرآن و حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سحر کا اثر باذن اللہ ثابت ہے لیکن ساتھ ہی واضح طور سے بتلادیا کہ عمل سحر یقیناً کفر و شرک ہے، اسکا کرنے والا بلاشبہ کافر و مشرک ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ قرآن و حدیث کی نظر میں جو چیز کفر و شرک ہو اس کو برحق قرار دینا انتہا درجہ کی جہالت و حماقت ہے۔ جو اس کو کافر و مشرک نہ مانے وہ بھی کافر مشرک ہے ان تمام تصریحات کے باوجود مولوی موصوف کی حماقت ملاحظہ ہو۔
کہتے ہیں:

”یہ لفظ حق سے دھوکہ دے رہا ہے حالانکہ لفظ حق صاف اور سادہ ہے مثلاً جنت و دوزخ حق ہے یعنی جنت اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود ہے ثابت ہے اور ہم مانتے ہیں اسی طرح جبل اللہ والے جادو کو سچ اور حق جانتے اور مانتے ہیں..... (ضمیمہ ۷)

اسی کو کہتے ہیں سورج سے آنکھیں بند کر کے پکارنا ”اندھیرا ہے اندھیرا“
قارئین جبل اللہ کے مضمون کو دیکھ جائیں پھر موصوف کے سفید جھوٹ کا اندازہ کریں کہ جبل اللہ میں تو سحر کو سچ یا حق کہیں نہیں کہا گیا اور نہ ہی اسکی جنت و جہنم سے تمثیل و تشبیہ کی گئی ہے، یہ تو محض مولوی موصوف کی ذہنی اختراع اور صریح اتمام ہے۔ جبل اللہ میں تو سحر کے وجود اور اسکی تاثیر کو باذن اللہ ثابت کیا گیا ہے۔ مولوی موصوف اسی موقف کو تصدیق سحر کہتے ہیں تو ہم موصوف کی عبرت نگاہی کے لئے بخاری ہی کی ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں:-

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر صبح کچھ عجوہ کھجوریں (ایک

دوسری روایت میں سات کھجوریں) کھائیں اسے رات تک نہ زہر نقصان پہنچائے
گا اور نہ سحر“ (بخاری۔ کتاب الطب)

دیکھئے! نبی السلام نے سحر کی تاثیر کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب یا تو موصوف
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ”مصدق السحر“ بنا کر مسند احمد کی روایت کے مطابق جنمی
قرار دیں (معاذ اللہ تم معاذ اللہ۔ نعوز باللہ من شر الشیاطین من الانس والجن) یا
توبہ کریں اور ایمان خالص کی طرف رجوع کریں۔ ویسے ان کو دوسرا نسخہ زیادہ
محبوب ہے یعنی حدیث کا انکار! دراصل موصوف کا نقطہ نظر ہی یہ ہے کہ سحر کے
وجود و اثر کو (قرآن و حدیث کے مطابق بھی) تسلیم کرنا اسکو برحق ماننا ہے تو پھر ہم
ان سے کہیں گے کہ انصاف کی رو سے تو اسکا لازمی تقاضہ یہ ہونا چاہئے کہ یہ انداز
فکر صرف سحر تک ہی موقوف نہ رہے بلکہ ہر قسم کے شر کے لئے اس اصول کا
اطلاق ہو چنانچہ پھر موصوف کو یہ ماننا پڑے گا کہ:

۱۔ ہر قسم کے شر کے وجود کو تسلیم کرنا گویا اس کو برحق ماننا ہے، اور پھر شر کا
مرتکب، کبائر میں ملوث، کافر، مشرک، چور، ڈاکو، زانی اور قاتل سب ہی برحق ہیں!
۲۔ شیطان کے وجود اور اس کے وسوسوں کی شرانگیزی کو تسلیم کرنے کے
معنی یہ ہوں گے کہ شیطان اور اسکے کارنامے برحق ہیں۔ فرعون اور اسکے ظالمانہ
کرتوت بھی برحق ہیں کیونکہ انکا بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔

۳۔ شیاطین الانس والجن جو جن و انس کو گمراہ کرنے میں سرگرم ہیں، ان کے
وجود اور مہلت عمل کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیاطین الجن والانس اور
ان کی شرانگیزیاں برحق ہیں۔

اب اگر موصوف کا موقف و نظریہ مندرجہ بالا نکات سے ہم آہنگ ہے تو

پھر مولوی صاحب یہ بھی بتاتے جائیں کہ کیا شیاطین برحق ہونے کے باوجود بھی جہنمی ہیں؟ اب تو مولوی موصوف کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو شیطان، اسکے وسوسوں اور ہر قسم کے شر کے وجود کا مطلق انکار کر دیں یا ان سب کو برحق قرار دے کر خود اپنی ہی اصطلاح میں ”مصدق الشر“ اور ”مصدق الشیطان“ بن جائیں۔ فیصلہ مولوی پر ہی موقوف ہے۔

مزید یہ کہ اس صورت میں موصوف کے نقطہ نظر سے یہ گروہ جنتی قرار دیئے جائیں گے، کیا موصوف اسکے لئے تیار ہیں؟ سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، ہیر پھیر اور دوغلے پن کا رویہ اختیار نہ کریں۔

کیا اللہ تعالیٰ صرف خالق خیر ہے، خالق شر نہیں؟

موصوف کی جہالت اور علمی خیانت کے مزید چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:-

”اس جہالت کو ثابت کرنے کے لئے اور جہالت کو پیش کیا اور وہ ہیں شیطان اور اسکے گمراہ کن وسوسے۔ کیا شیطان کو اللہ نے نازل کیا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو کفر و شرک سکھاؤ..... وغیرہ۔“ (ضمیمہ ۶)

موصوف کی اس عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیطان اور اسکے گمراہ کن وسوسوں کے وجود کو تسلیم کرنے میں موصوف کو کچھ تردد رہے اور اس پر بھی کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر حکم دیا ہے کہ وہ بندوں کو گمراہ کرے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ غیر سنجیدہ اور تمسخرانہ انداز میں ”علمی لطیفے“ دینی اور ایمانی دھوکے کی سرخی کے تحت فرماتے ہیں۔

”صفحہ ۵۰ پر لکھتا ہے کہ یہ (جادو کا علم) تو شیطانی کلمات خبیثہ اور الفاظ

ہوتے ہیں دیکھا لطفی ہی لطفی ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے شیطانی کلمات خبیثہ اتارے ہیں...“ (ضمیمہ ص ۲)

قارئین! ذرا موصوف کے ان علمی شگوفوں کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھئے، ملاحظہ ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ”قلنا اھبطوا سناھما جمیعا۔“ (البقرہ آیت ۳۸) کہہ کر آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس لعین کو زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ سورہ طہ میں ”قال اھبطا سناھما جمیعا... الخ“ (طہ آیت ۱۲۳) کے الفاظ میں دونوں فریقوں یعنی شیطان اور انسان کو زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ قارئین ہم نے گزشتہ صفحات میں سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الحجر کی آیات کے حوالہ سے شیطان کو زمین پر اتارنے اور گمراہی کے لئے چھوٹ دینے کے منصوبہ الہی کا خلاصہ پیش کیا ہے، جس کو قرآن میں سورہ اعراف آیات ۱۳-۱۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ”قال اھب... الخ“ (بنی اسرائیل آیت ۶۳) کے الفاظ میں شیطان کو زمین پر جانے کا حکم ملا اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ”ان میں سے بہکا تارہ جس کو بھی اپنی آواز سے بہکا سکے (یعنی اپنی طرف راغب کرے) اور ان پر اپنے سوار اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ... الخ“ (بنی اسرائیل آیت ۶۴) ملاحظہ ہو قرآن تو یہی کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص منصوبہ کے تحت شیطان کو بھیجا ہے اور اس کو جن و انس کو گمراہ کرنے کی چھوٹ و مہلت دی ہے۔ اتنی کثیر آیات کے باوجود بھی مولوی موصوف کو شک ہے چنانچہ کہتا ہے ”اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھیجا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو گمراہ کرو؟“ (ضمیمہ ص ۲) اس لطیفہ گو مولوی کو کتاب اللہ کا مذاق اڑاتے ہوئے ذرا شرم نہ آئی، اللہ سے بے خوفی کی کیا شان ہے! یہ تو منکر حدیث ہی نہیں بلکہ منکر قرآن نکلا۔

قارئین! مولوی موصوف کے ان نام نہاد لطیفوں اور شگوفوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ”خالق خیر و شر“ ہونے کے نظریہ و عقیدہ پر پوری طرح مطمئن نہیں ورنہ اس طرح طنز و استہزا کی تلخ دانہ و منکرانہ روش ہرگز اختیار نہ کرتے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق خیر تو مانتے ہیں لیکن خالق شر ہونے کے معاملہ میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ ممکن ہے کہ موصوف قدیم ایرانی نظریات سے شعوری یا لاشعوری طور پر متاثر ہوں جن کے تحت ان کے نزدیک ذات باری تعالیٰ اس بات سے منزہ تصور کی جاتی تھی کہ وہ شر کی بھی خالق ہو، لہذا انہیں خیر و شر کے دو الگ الگ خالق تصور کرنے پڑے خالق خیر کو ”یزداں“ کہا اور خالق شر کو ”اہرمن“ قرار دیا۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم ان گمراہ کن نظریات سے برات کا اظہار کرتے ہیں خواہ وہ ایرانی مجوسی نظریات ہوں یا یونانی فلسفہ طرازیاں یا معتزلی موشگافیاں، ہم تو قرآن و حدیث کے خلاف ہر نظریے کو کفر و شرک کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور ایسے نظریات کے حامل کو طحڑ و کافر قرار دیتے ہیں۔ ہمارے لئے قرآن و حدیث ہی کافی ہے اور اسی پر جے اور چمٹے رہ کر دنیوی و اخروی فلاح کے امیدوار ہیں۔ دراصل موصوف نے انکار و الحاد کی جو روش اختیار کی ہے وہ قبول حق میں شدید رکاوٹ ہے۔ قرآن نے تو خبیث طیب و نفیس کے مسئلہ میں کوئی اشکال باقی نہیں چھوڑا ہے اور نہ ہی کوئی شک و شبہ کی گنجائش۔ سورۃ التین میں فرمایا: ”ہم نے انسان کو احسن تقویم سے خلق فرمایا پھر (اسکی حالت بدل کر) اسے اسفل السافلین کر دیا سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے، ان کے لئے بے انتہا اجر ہے... الخ“

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:-

”اور ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم عطا فرمائی اور ان کو محدود میں سواری عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی“ (بنی اسرائیل آیت ۷۰)

ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے جو بندے خیر کے راستے پر گامزن ہوں (خیر امت اور اشرف المخلوقات ہو کر) وہ طیب و نفیس قول و عمل کے حامل پاکیزہ سیرت و کردار کے مالک ہیں۔ ان کے لئے طیب و نفیس رزق ہے اور رزق ہی و اخروی فلاح و کامرانی۔ اس کے برعکس جو شر کے راستے پر اپنے آپ کو ڈالیں وہ اسفل السافلین میں شامل ہیں۔ کلمات خبیثہ انہی اسفل السافلین کے قول و عمل کا حصہ ہیں۔ اسفل السافلین (جن و انس) کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کوئی اور نہیں اور اس نے ہی ان کو چھوٹ دی ہے۔ اگر وہ چھوٹ نہ دیتا تو ان کا وجود ایک لمحہ بھی باقی نہ رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- ”ولو شاء ربک ما فعلوہ...“ (الانعام آیت... ۱۱۲)

یعنی اگر تمہارا رب چاہتا (اور شیاطین جن و انس کو مہلت نہ دیتا) تو ہرگز یہ سب کچھ نہ کہتے۔ موصوف کی ساری کوشش یہ ہے کہ الفاظ کے ہیر پھیر کے ذریعہ لوگوں کو درغللے سیدھی بات ہے کہ جادو کفر ہے خواہ وہ ”مزمین احوال“ کی شکل میں ہو یا کلمات خبیثہ کے ذریعہ اس کا کرنے اور کرانے والا کافر و مشرک۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اسکے متبعین (شیاطین الانس والجن) اور ان کے کلمات و اعمال خبیثہ کو مہلت دی ہے اصل مسئلہ اور اصول کو سمجھنے کی بجائے یہ مولوی الفاظ کے غلط سلاط معنی کے سیلاب میں ڈبکیاں لگاتا رہتا ہے جیسے کہ ”شیطان کو اللہ نے اتارا ہے، کلمات خبیثہ اللہ نے اتارے ہیں۔“ (ضمیمہ صفحہ ۲) موصوف کو چاہئے کہ مسئلہ خیر و شرکی حکمت و منصوبہ پر غور کرے، اس کے

تمام اشکالات کا حل اسی میں پنہاں ہے اور اسکی کچھ وضاحت گذشتہ صفحات میں کی گئی ہے۔

موصوف کی فریب کاری کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔
”جادو شیطانی کلمات خبیثہ ہیں۔ جھوٹ فریب۔ بے اصل۔ بناوٹ۔
دونوں باتیں آپ کی ہیں سچی کونسی ہے اور جھوٹی کونسی ہے.....“
موصوف یہاں دکھانا چاہتے ہیں کہ جادو شیطانی کلمات ہیں، جھوٹ اور فریب ہیں تو ان میں اثر کیسا؟ گویا یہ دو متضاد باتیں ہیں اب ان میں سچی کونسی ہے اور جھوٹی کونسی؟ گویا کہ جھوٹ اور فریب میں اثر ہی نہیں ہوتا! موصوف کیسا خود فریبی کا شکار ہے۔ کیا موصوف نے دنیا میں جھوٹ و فریب میں اثر نہیں دیکھا؟ کیا سازشیں و پروپیگنڈے جھوٹ و فریب نہیں ہوتے اور کیا ان میں اثر نہیں ہوتا؟ شیطاٰطین الانس والجن کا تمام دائرہ کار جھوٹ و فریب پر مبنی ہوتا ہے یا سچ و حق پر؟ یہ یقیناً جھوٹ و فریب پر ہی مبنی ہوتا ہے اور اسکا اثر بھی ہوتا ہے۔ سورہ الانعام میں اللہ نے شیطاٰطین الانس والجن کی مہلت کا ذکر فرماتے ہوئے بتایا۔

”یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا... الخ“

(الانعام آیت ۱۱۲)

یعنی وہ طمع کی ہوئی باتیں دھوکے و فریب کے لئے ان کے دلوں میں ڈالتے

رہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔

”ولتصنی الیہ الفائدۃ الذین لا یؤمنون بالآخرہ... الخ“

(الانعام آیت ۱۱۳)

ترجمہ۔ تاکہ ان لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر ایمان

نہیں رکھتے۔

قارئین! ان آیتوں میں دونوں باتیں بیان کر دی گئیں۔ شیاطین الانس والجن کی کوششیں جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی پر مبنی ہیں اور انکا اثر بھی ہوتا ہے۔ سورہ فاطر میں فرمایا۔

”ولا یغرنکم باللہ الغرور.....“ (فاطر آیت ۵)

ترجمت۔ (لوگو!) تمہیں یہ دھوکہ و فریب دینے والا (شیطان) فریب نہ دے۔

قرآن میں بے شمار آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ شیطان جھوٹ، فریب کا پیکر ہے اور اسکا پورا منصوبہ و مشن ہی جھوٹ و فریب اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے، اس کی کوششوں میں اثر بھی ہے اسکی کچھ تفصیل گذشتہ صفحات میں دی گئی ہے جہاں واضح کیا گیا ہے کہ اسکی شرانگیزی اس حد تک جاتی ہے کہ میاں پیوی میں بھی جدائی ہو سکتی ہے۔ قرآن میں شیطان کو اسی لحاظ سے ”الغرور“ (بہت زیادہ فریب دینے والا) کہا گیا ہے۔ تو کیا موصوف کی نظر میں قرآن میں (جس میں اس کے جھوٹ و فریب اور اس کے اثر کا ذکر ہے) ”تضاد ہی تضاد“ اور ”لطیفے ہی لطیفے“ ہیں! معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اب موصوف غور کر لیں، انکا روالحاد کی عینک لگا کر ”صم بکم عمی فہم لا یرجعون“ کا مصداق کون ہوا؟ بلاشبہ جادو شیطانی عمل ہے اس کی بنیاد ہی جھوٹ و فریب ہے، اسکے ظاہر اثرات بھی اصل اور حقیقت کے خلاف ہوتے ہیں اسی لحاظ سے اسکو قرآن میں ”کید“، ”صنع“ اور ”الک“ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ثابت ہوا ہماری دونوں باتیں قرآن کی باتیں ہیں اور بالکل سچی ہیں اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

قارئین مزید ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ جل اللہ میں موسیٰ علیہ السلام پر عمل سحر

کے ضمن میں جو سحر کی وضاحت خالص قرآن و حدیث کی بنیاد پر
 "ماتلوا الشیاطین" اور "نفثات فی العقد" کے حوالے سے کی گئی (جلل اللہ مجلہ
 ۱۳، صفحہ ۵۰) موصوف نے اسکو "تحریف، تکذیب اور تکفیر" قرار دیا ہے۔ (ضمیمہ
 صفحہ ۶) ایک دفعہ جلل اللہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے تو وہاں صرف قرآن
 کی بات پیش کی تھی بغیر تاویل کے مثلاً "سحر و اعین الناس واسترہوا ہم و
 جاء و اسحر عظیم" (اعراف آیت ۱۱۶) یعنی "ساحروں نے لوگوں کی آنکھوں پر
 جادو کر دیا" اور ان کو ڈرا دیا۔ وہ زبردست جادو لائے تھے "پھر یخیل الیہ من سحر
 ہم انہا تسعی" (طہ آیت ۶۷) کے معنی بیان کئے موسیٰ علیہ السلام کو سحر کی وجہ
 سے یہ محسوس ہوا کہ وہ (رسیاں ولاٹھیاں) گویا کہ دوڑ رہی ہیں۔ یہاں ہم نے کچھ
 اضافہ تو نہیں کیا۔ قرآن کہہ رہا ہے "انہا تسعی" "گویا کہ وہ دوڑ رہی ہیں"
 (در اصل دوڑ نہیں رہی تھیں بلکہ صرف دوڑتی نظر آرہی تھیں، آنکھوں پر جادو
 کے اثر سے)۔ اگر موصوف اور دیگر منکرین حدیث کے نظریہ کے مطابق یہ واقعتاً
 شعبہ گری کے تحت کیمائی مادہ کی وجہ سے ڈور رہی ہوتیں تو پھر یخیل الیہ" کے
 الفاظ لانے کی قطعاً ضرورت نہ تھی جیسا کہ جلل اللہ میں وضاحت کی گئی ہے۔ ان
 الفاظ نے منکرین حدیث اور طہدین قرآن کی تلیس و تشکیک کی راہ مسدود کر دی
 ہے۔ پھر بھی کیسی جسارت ہے کہ قرآن کی تفسیر یا قرآن کو تحریف و تکذیب ٹھہرایا
 جا رہا ہے۔ اس فریب پکار کی حماقت ملاحظہ ہو کہ جس عمل کو اللہ تعالیٰ نے "سحر
 عظیم" (اعراف آیت ۱۱۶) کے الفاظ سے تعبیر کیا اسکو موصوف شعبہ بازی قرار
 دیکر یہ ثابت کر رہا ہے کہ گویا اللہ کا اولوالعزم پیغمبر شعبہ گری سے ڈر گیا! (کیا
 خوب! گویا کہ ان منکرین اور طہدین کے شعبہ والے سحر کا نبی پر اثر ہو سکتا ہے!)

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک سنجیدہ ہوش گوش رکھنے والا سلیم الفطرت عام انسان نہ تو شعبہ گری کو کوئی اہمیت دیتا ہے نہ اس پر التفات کرتا ہے اور نہ اس سے ڈرتا ہے، پھر نبیؐ تو بہر حال امت میں سب سے زیادہ ذکی الفہم اور صاحب فراست ہوتا ہے اور ہمت و جرات کا پیکر۔ اس کے بارے میں ایسی اہانت آمیز قیاس آرائی قرآن و حدیث کے خلاف ایک طرد و کافرہی کر سکتا ہے، ایک سچا مومن تو کبھی ایسی لغو بات سے نہ نکالے گا۔ پھر یہ بھی ہوشیاری ملاحظہ ہو کہ اس شعبہ گری کو ثابت کرنے کیلئے کہتا ہے۔

”صنعوا اس پر دال ہے....“ (ضمیمہ صفحہ ۶)

جبل اللہ میں اسکی وضاحت کی گئی ہے کہ ”صنع“ کے معنی فریب و بناوٹ کے ہیں اور ”کید“ کے معنی دھوکہ ہیں۔ صنع و صنعت مادی اشیاء بنانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور نفسیاتی و تخیلاتی فریب و بناوٹ کے لئے بھی۔ ”واللہ یعلم ماتصنعون“ میں بھی یہی معنی مراد ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ صنع اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سحر کے لئے کید و صنع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں کیونکہ اس کے ظاہر اثرات حقیقت کے خلاف ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا۔

”بخیل الیہ من سے ہم انہا تسعی“

وہ لالٹھیاں اور رسیاں اسکو (موسیٰؑ کو) نظر آئیں گویا کہ دوڑ رہی ہیں (حالانکہ دوڑ نہیں رہی تھیں جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی) عربی لغت و ادب جاننے والا ہر شخص اسکے یہی معنی لے گا۔ شعبہ گری کے الفاظ یہاں ٹھونسنا نہ صرف قرآن کی فصاحت و بلاغت کا منہ چڑانا ہے بلکہ آیات کے مفہوم کی اہمیت کو گرانے کے مترادف ہے۔

مولوی موصوف کی فریب کاری کا ایک اور نمونہ پیش خدمت ہے:-
موصوف نے کتابچہ صفحہ ۱۸ اور (ضمیمہ صفحہ ۱) میں لافلح الساحر حیت
اتقی (سورہ طہ آیت ۶۹)

ترجمہ۔ (جادوگر کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ کسی شان سے آئے۔) کی غلط اور
بے محل تاویل کی ہے کہ

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آج سے صدیوں پہلے اس بات کی ضمانت
دی اور اعلان کیا تھا کہ جادو گر اپنے مقصد میں جادو کے ذریعہ یعنی نفع و نقصان دینے
میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔“ (ضمیمہ صفحہ ۱)

صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا یہ مفہوم لینا کہ اس سے سحر کی تاثیر کا انکار
کیا گیا ہے سراسر غلط اور فریب کارانہ انداز ہے۔ جل اللہ صفحہ ۵۲ پر واضح کیا
گیا تھا کہ قرآن کی ایسی تفسیر جو دوسری متعلقہ آیات کو نظر انداز کر کے کی جائے،
وہ آیات قرآنی کو ایک دوسرے سے متصادم کر دیتی ہے۔ مذکورہ آیت کے مفہوم
کے سلسلہ میں سورہ طہ کی آیات کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ ساحروں کے انجھر پھینکنے پر
موسیٰ علیہ السلام کو خوف محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہوشیار کیا ”ڈرو نہیں،
تم ہی غالب رہو گے..... ساحر جس شان سے بھی آئے کامیاب نہیں ہو سکتا“
اور اس وقت موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور ہوا اور انہوں نے فرمایا۔

”ما جئتم بہا السحر ان اللہ سبطلہم ○ ان اللہ لا یصلح عمل الفاسقین“
(یونس آیت ۸۱)

یہ بات ثابت ہو گئی کہ مذکورہ آیت تاثیر سحر کا انکار نہیں کر رہی بلکہ صرف
یہ بتا رہی ہے کہ ساحر نبی کے خلاف اپنے مشن میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے

(بالفاظ دیگر شیاطین الانس و الجن اللہ کے خلاف صف آراء ہو کر ہرگز کامیاب و فلاح یاب نہیں ہو سکتے۔) یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ ”لا یفلح الساحر حیث اتقی“ سے مراد ”انجام کار کی کامیابی ہے اس سے محض وقتی کامیابی یا اثر اندازی مراد لینا محض سطحیت، حماقت اور جہالت ہے۔ قرآن میں فلاح، افع، فلع، سفاح کے الفاظ ایک دو جگہ نہیں بلکہ بے شمار جگہ استعمال ہوئے ہیں اور ہر جگہ انجام کار کی کامیابی (یا اخروی فلاح) مراد ہے۔ اس مولوی کی جہالت واضح کرنے کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ سورۃ المؤمنون (مکی سورہ) میں ”قد الفلح المؤمنون..... الخ“ کے الفاظ میں بلال ابن رباح، خباب بن ارت، آل یا سر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کو فلاح و کامرانی کا مژدہ سنایا جا رہا ہے جبکہ آیات کے نزول کے وقت تو وہ کافروں کے جو رو ستم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں اور مستقبل قریب میں بہتری کے آثار بھی نظر نہیں آرہے۔ ظاہر ہے یہ انجام کار کی کامیابی ہے، وقتی نہیں۔

۲۔ اسی سورہ کے آخر میں آخرت کے حساب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

”انہ لا یفلح الکافرون“ کافر فلاح یاب نہیں ہوں گے (المؤمنون آیت ۱۱)

سورہ الانعام میں فرمایا

۳۔ ”اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ افترا کیا یا اس کی آیات

کو جھٹلایا کچھ شک نہیں ظالم فلاح نہیں پائیں گے.....“ (الانعام آیت ۲۱)

دوسری جگہ فرمایا ”عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لئے

ہے..... کچھ شک نہیں ظالم فلاح نہیں پاسکتے“ (الانعام آیت ۱۳۶)

ان تمام آیات میں ”فلاح“ انجام کار (یا اخروی فلاح) مراد ہے وقتی

کامیابی یا فتح و شکست مراد نہیں۔

مزید حوالے سورہ یونس - ۷۹، ۷۷

سورہ یوسف - ۲۳

سورہ النمل - ۱۱۶

القصص - ۳۷، ۸۲

در اصل یہ مولوی ان لوگوں کی راہ پر گامزن ہے جنکا موقف و مقصد ہی یہ ہے کہ قرآن کی من مانی تاویل کرتے چلے جاؤ تاکہ قرآن کی صحیح تشریح کرنے والی احادیث کے ذخیرہ کو خلاف قرآن قرار دیکر راستہ سے ہٹایا جاسکے! انکو اس کے لئے کوئی محنت و کوشش کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں۔ قرآن کی آزادانہ (قرآن و حدیث سے آزاد ہو کر) تاویل و تشریح کرنے کے بعد سیدھا سادھا نسخہ مل گیا ہے کہ بیک جنبش قلم فیصلہ فرمادیا ”ساری احادیث ضعیف ہیں...“ (کتابچہ صفحہ ۲۱) گویا کہ انکے نزدیک سحر کی تمام روایت ضعیف ہیں۔ دوسری جگہ کہتے ہیں ”باقی رہیں احادیث جو سب احاد اور ضعیف ہیں سب پر جرح ثابت ہے“ (صفحہ ۳۶) یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہ سمجھی کہ ان روایات پر کیا جرح کی گئی ہے اور کس نے کی ہے۔ علم رجال و علل کے کسی حوالے کی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی، شاید اس سے انہیں کچھ سروکار ہی نہیں۔ بس انہیں کچھ تعلق خاطر ہے تو منکرین حدیث سے ہے جنکا زرین اصول ہے کہ ہ

”مستند ہے میرا فرمایا ہوا“

ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ دیگر منکرین و طہدین کی طرح خواہ وہ پرویزی و چکڑالوی ہوں یا کاندھلوی وغیرہ، اصح الکتب، بخاری و مسلم سے انہیں شدید

بغض ہے اور ان کتب سے رغبت و شغف ہے چنکا ذخیرہ کتب احادیث میں کوئی نمایاں مقام نہیں لیکن کفر و شرک پھیلانے میں وہ بہت ہی مفید و موثر ہیں مثلاً مسند احمد و بیہقی وغیرہ۔ اسی لئے انکے یہاں صحیحین کی روایات پر ان کی روایات کو فوقیت و ترجیح حاصل ہے چنانچہ ضمیمہ میں مسند احمد کی روایت کے بارے میں کہا ہے:-

”پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے دوسری بات کہ قرآن کی تائید و تفسیر کر رہی ہے اور قرآن کے موافق ہے“ (ضمیمہ صفحہ ۷) دیکھئے جو تفسیر قرآن قرآن سے کی جائے اور جس کی تائید صحیحین کی روایات کریں وہ تو نامقبول ہیں جبکہ قرآن و صحیح احادیث کے مقابلہ میں مسند احمد وغیرہ کی روایات کو مقبول بنایا اور دعویٰ کیا کہ وہ قرآن کی تائید کر رہی ہے یعنی اعلیٰ ترین روایات کے مقابلہ میں اسفل ترین روایات کو راجح یعنی قابل ترجیح قرار دیا۔ اصول حدیث کا کیسا مذاق اڑایا ہے اس شخص نے، منکرین و ملحدین کے راستہ کو ہی اپنے لئے پسند کیا ہے! اس شخص کی مزید حماقت ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے۔

”..... پھر خود جاہلانہ اور سفیانہ انداز اختیار کر کے خود اس حدیث کو مان

کر لکھتا ہے بایں ہمہ یہ روایت تو یہ بتاتی ہیں.....“

یہاں پھر اپنی علمی جہالت کو ثابت کر دیا۔ بایں ہمہ کے معنی بھی شاید اسکو نہیں آتے اور اردو کے سادہ سے جملہ کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ بتایا تو یہ گیا تھا کہ قرآن و صحیحین کی روایات کے مقابلہ میں مسند احمد و حاکم وغیرہ کی روایات کو دلیل بنانا جہالت و سفاہت ہے (اعلیٰ ترین کے مقابلہ کے لئے اسفل ترین کو لایا جا رہا ہے) لیکن اس جہالت و سفاہت سے صرف نظر کر بھی لیا جائے تو یہ حدیث تو صرف یہ بتاتی ہے کہ مصدق السمر (جادو کو حق اور سچ ماننے والا) جنت میں نہ جائے

گا۔ بالفاظ دیگر روایت کی سند کے ضعف سے قطع نظر اس کا تو متن بھی آپ کے اجماعہ استدلال کا ساتھ نہیں دیتا اب اس سے حدیث کو ماننا کہاں ثابت ہوا؟ یہی نہیں بلکہ وہ احادیث جن میں دجال کے حالات کا ذکر ہے، ان پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش فرمائی ہے کیونکہ ان سے بھی کچھ ان کے موقف کو خطرہ محسوس ہوا۔ ان روایات کے بارے میں موصوف پوری طرح تو نہیں کھلے ہیں البتہ ذرا احتیاط سے اتنا کہہ دیا ہے کہ ”دجال سے متعلق بہت سی احادیث بھی ضعیف ہیں“ (کتابچہ صفحہ ۳۹) گویا علم حدیث ان کی نظر میں ایک کھیل ہے، جس چیز کو چاہا مان لیا اور جس کا چاہا بغیر کسی علمی دلیل کے انکار کر دیا۔ دجال کی روایات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں ”ان احادیث کے مفہوم و معانی ایسے بیان کئے جائیں جو کہ دجال کے سارے عجائبات ماتحت الاسباب آجائیں“ (کتابچہ صفحہ ۳۹)۔ پھر اس مقصد کے لئے موصوف نے ایسی دو راز کار تاویلات کی ہیں کہ انکے گروہ کے اکابر منکرین بھی کان پکڑیں۔ کچھ بطور نمونہ قارئین ملاحظہ کر لیں۔ فرماتے ہیں۔

”چونکہ دجال کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا، بلکہ بہت بڑا وقت کا حکمران اور سائنس دان ہوگا اور میجک شو دکھانے والوں کی طرح وہ بڑے بڑے سائنسی شعبے دکھائے گا“.... (کتابچہ صفحہ ۳۹)

ملاحظہ فرمائیے! دجال تو اب بہت بڑا حکمران اور سائنس دان ہو گیا اور اس کے سارے کام ماتحت الاسباب بنائے گئے۔ اس طرح موصوف مرکب عقلیت کے سابق شہ سواروں سید احمد خان اور پرویز سے بھی آگے بڑھ گئے۔ نبیؐ نے تو دجال کے بارے میں یہ تفصیلات نہیں بتائیں تو کیا مولوی موصوف اور ان کے اکابرین پر وحی آگئی؟

قارئین! موصوف کے کتابچہ اور ضمیمہ کا ہر صفحہ اس قسم کی خرافات، جہالت اور حماقت کی فریب کا لاناہ باتوں سے بھرا ہوا ہے اور ایسی لالیعنی باتوں پر تبصرہ محض وقت کا ضیاع ہے، تاہم سادہ لوح ساتھیوں کو ان کی فریب کاریوں سے بچانے کے لئے یہاں چند نمونے پیش کئے گئے ہیں تاکہ وہ ان کی شرانگیزی سے محفوظ رہیں۔ مولوی موصوف مغالطہ آرائی کے حربہ سے کس طرح اپنی مجرمانہ ذہنیت پر پرہ ڈالتا ہے اسکا بھی انداز ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:-

”ہم نے پہلے مسئلہ امام احمد بن حنبل پر بھی محمد حنیف صاحب کو تنظیمی حیثیت سے بات کرنے کو کہا تھا اب بھی تنظیمی حیثیت سے اس جادو کے مسئلہ پر بھی افہام و تفہیم کے لئے بات کرنے کو تیار ہیں“ (ضمیمہ صفحہ ۸)

قارئین! ہمیں امید ہے کہ موصوف کے اپنے گروہ کے لوگ بھی حقیقت حال سے ناواقف نہیں ہیں۔ تقریباً چھ سال قبل موصوف اپنی باغیانہ روش پر ایک درجن افراد کی موجودگی میں امیر تنظیم کے سامنے توبہ اور معافی کے بعد بعض نوجوانوں کی لعنت ملامت پر پھر پلٹ گئے۔ اب ایسے جھوٹے کردار سے افہام و تفہیم کا کیا سوال؟ بہر حال اس وقت سے ان کی توانائیاں مسلسل تشکیک و تلیس کے ذریعہ تنظیم کے افراد کو برگشتہ کرنے کی کوششوں میں صرف ہو رہی ہیں اور جیسا کہ شروع میں کہا گیا کہ مسئلہ احمد بن حنبل سے مایوسی کے بعد اب یہ نیا حربہ (صحیح احادیث میں شک و شبہ پیدا کر کے لوگوں کو دین حق سے برگشتہ کرنا) استعمال کیا گیا ہے۔ موصوف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو شاید یاد نہ رہا ہو۔ ”جو مومنوں کی جماعت سے کٹا اور اسی روش پر مرا تو وہ جاہلیت (یعنی کفر و شرک) کی موت مرا“ اب یہ بھی دیکھ لیں کہ تنظیم سے علیحدگی کے بعد موصوف صحیحین کی

درجنوں احادیث کا انکاری ہو کر آیات قرآنی کی تحریف و تکذیب پر اتر آئے ہیں۔
 الحمد للہ ارکان تنظیم موصوف کے ماضی اور مولویانہ اعمال و کردار (جس کی بہترین
 تصویر سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۵-۱۷۶ پیش کرتی ہیں) سے بخوبی واقف ہیں،
 وہ اس کی اور اس کے معدودے چند ہم نواؤں کی چالبازیوں اور مغالطہ آرائیوں
 سے پوری طرح ہوشیار ہیں۔ ہم خوب واقف ہیں کہ اللہ کے سچے دین کی تحریک
 جب بھی اٹھتی ہے تو شیاطین الانس والجن اس کی مخالفت کے لئے سرگرم ہو جاتے
 ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کو مہلت دیتا ہے محض اس مقصد سے کہ سچے مومنوں کا
 ایمان اور پختہ ہو جائے اور کھوٹے سکے علیحدہ ہو جائیں۔ رب العالمین کا صد ہزار
 شکر کہ اس نے اپنے کمزور بندوں کی تقویت کے لئے اور ان کو ہوشیار رکھنے کے
 لئے اس منصوبہ کو واضح فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو :

(۱) ”مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ

الطَّيِّبِ...“ (ال عمران آیت-۱۷۹)

ترجمہ۔ ”(مومنو!) اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم
 ہو جب تک خبیث کو طیب سے علیحدہ نہ کر دے۔“

(۲) وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ بَنِي عَدُوِّ الشَّيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ بَوْحَىٰ بَعْضِهِمْ

الَّذِي بَعْضُ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ“

(الانعام-۱۱۳)

(۳) ”وَلَتَصْنَعُنَّ إِلَهُاتٌ آخَرَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلَهُمْ ضُوءٌ

وَلَيُفْتَرُونَ مَا هُمْ بِمُقْتَرِفُونَ“ (الانعام- آیت ۱۱۳)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے شیاطین الجن والانس کو ہر نبی کا دشمن بنایا۔ وہ دھوکہ

دہی کے لئے ایک دوسرے کے دل میں خوشنما باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی یہ مشیت ہوتی (کہ ان کو مہلت نہ دیجائے) تو ایسا نہ کر سکتے تھے، تو چھوڑ دو ان کو کرتے رہیں یہ افترا پردازیاں۔ اور یہ (مہلت) اس لئے ہے کہ جو لوگ آخرت پر (صحیح معنوں میں) ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور وہ ان کی حرکتوں پر راضی ہوں اور اکتساب کرتے رہیں جو اکتساب کرنا چاہئیں۔

موصوف اب اپنے کرتوتوں پر غور کر لیں۔ ان کی فریب کاری اور الفاظ کے ہیر پھیر کا اثر اگر ہو گا بھی تو انہی جیسے غیر سنجیدہ، غیر ذمہ دار، فکر آخرت سے محروم اور تذبذب کے شکار لوگوں پر، جو اپنی خواہشات نفس اور جذبات کی دنیا میں ہی مگن ہیں۔ اور جہاں تک ہماری تنظیم کا تعلق ہے تو اپنے مومن بھائیوں کے ایمان کی حفاظت کی کوشش میں ہم کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے اور ہمارا بھروسہ تو رب العالمین ہی پر ہے جس کا فرمان ہمارے لئے تقویت قلب کا سامان ہے، فرمایا۔

”وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ مِّنْ مَّجْرَمٍ ۙ وَكُفًى بَرِيكًا مَّادِيًا وَنَصِيرًا“ (الفرقان - ۳۱)

ترجمہ۔ اور اس طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کا دشمن بنایا، اور تمہارے لئے تو تمہارا رب ہی ہدایت و نصرت کے لئے کافی ہے۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی قابل غور ہے۔

”عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ بندوں سے علم چھین کر

نہیں اٹھائے گا بلکہ عالموں کو اٹھا کر علم اٹھالے گا۔ جب عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے۔ وہ بغیر علم فتوے دیں گے لہذا خود تو گمراہ ہوں گے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“ (صحیح بخاری۔ کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہی سے بچائے، قرآن و حدیث سے رہنمائی حاصل کرتے رہنے کی توفیق سے نوازے اور ان طہدوں کے شر سے محفوظ رکھے جو قرآن کے صحیح و صاف معنی چھوڑ کر غلط معنی و مفہوم لیکر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ہب لنا من لکنک رحمة انک انت الوهاب۔

حاشیہ جات

۱۔ اسی سلسلے میں ایک دوسرا کتابچہ بھی جاری کیا گیا ہے جس کو پہلے کا ضمیمہ کہہ سکتے ہیں جو محض لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی نامراد ہے۔

۲۔ عموماً مولوی کا نفس لواہم بے حس و بے اثر ہو جاتا ہے، اسی لئے وہ دوسروں کے نکلروں، نذرانوں اور صدقات پر ہٹ دھری سے جمارہتا ہے۔

۳۔ نفاذات فی العقد کو نبی علیہ السلام نے نسائی کی روایت کے مطابق سحر کہا ہے۔ ہم بھی سحر کے یہی معنی لیتے ہیں۔ کیونکہ قرآن و صحیح حدیث اس کی تائید کرتے ہیں، البتہ منکرین قرآن حدیث اس کو نہیں مانتے۔

۴۔ جس کے راویوں میں عطیہ عوفی اور محمد ابن سائب بکلی جیسے کذاب ہوں۔

عقل و فکر سے کام نہ لینے والوں کے بارے میں قرآن کا فیصلہ

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝
فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحِقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ (الملك ۱۰، ۱۱)
ترجمہ: اور کہیں گے کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اس بھڑکتی ہوئی آگ
کے سزاواروں میں نہ شامل ہوتے۔ اس طرح وہ اپنے قصور کا خود اعتراف
کر لیں گے۔ (سوال اللہ کی رحمت سے) دُوری ہے جہنمیوں کے لینے۔
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا
إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ۝ (السجدة - ۲۲)
ترجمہ: اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات کے
ذریعے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیرے۔ ایسے مجرموں
سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا
نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - (الانعام ۲۷)
ترجمہ: کاش تم (اُس وقت انکو) دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے کنارے
کھڑے کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں
پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان
لانے والوں میں شامل ہوں۔

مسجد توحید، کھوکھرا پار نمبر ۲/۲ - کراچی